۷۸۶

احسن الرسالہ یعنی اردو ترجمہ چہار مقالہ

مترجمہ

جناب مولوی وجاہت حسین صاحب عندلیب شادانی ایم۔اے۔ایم۔او۔ایل

مقالہ اول

جناب مولوی ابوالفتح حافظ محمد عبدالحفیظ خاں صاحب مونس

مقالہ دوم

جناب مولوی عبدالعزیز خاں صاحب عزیز منشی فاضل نائب تحصیلدار آنظیر آباد

مقالہ سوم

جناب مولوی بشیر الدین احمد صاحب مجددی بشیر منشی فاضل مولف التلخیص الاتم من شعر العجم، ایجاز النحو، ایجاز الصرف و مخزن الفرائد وغیرہ

مقالہ چہارم

شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ لاہور

باہتمام میر قدرت اللہ کریمی پریس لاہور میں چھپا
سنہ ۱۹۳۰ء

بار دوم   تعداد ایکہزار   قیمت ۱۲؍

ترجمہ و شرح چہار مقالہ

سپاس۔ بکسر اوّل بمعنی شکر۔

مر۔ بالفتح کلمہ تخصیص۔

عود۔ بالفتح لوٹنا۔

معاد۔ بالفتح جائے عود بمعنی جائے بازگشت
مجازاً عالم آخرت۔

عالم عود و معاد۔ عالم آخرت۔

ملائکہ۔ جمع ملک بمعنی فرشتہ۔ دراصل ملائک
تھا۔ تاکید معنی کے لئے "ۃ" بڑھائی
گئی ہے۔

کرّوبی۔ بالفتح و راء مہملہ مشددہ مضموم و کسر بائے
موحدہ بمعنی فرشتہ مقرب۔ خیاباں میں
لکھا ہے کہ کرّوبی ملائکہ مقربہ کی قسم ہے
اور صاحب قاموس لکھتا ہے کہ الکرّوبی
بتخفیف راء سادات الملائکہ اور بہ تشدید
راء بھی واقع ہوتا ہے۔

روحانی۔ منسوب بہ روح بالضم بمعنی فرشتہ
جس کا چہرہ آدمی کی طرح اور جسم فرشتوں کی
مانند ہوتا ہے۔

کون۔ بالفتح موجود ہونا۔

فساد۔ مٹ جانا۔

عالم کون و فساد۔ دنیا۔

مؤیّد۔ مدد یافتہ الٰہی۔ اسم مفعول از تائید۔

مظفّر۔ کامیاب اسم مفعول از ظفر۔

منصور۔ مدد یافتہ۔ اسم مفعول از نصرت۔

حسام۔ بالضم بمعنی تلوار۔

قامع۔ توڑنے والا۔ اسم فاعل از قمع۔

کفرۃ۔ بفتحات ثلاثہ جمع کافر۔

قاہر۔ غالب۔ اسم فاعل از قہر۔

زنادقہ۔ جمع زندیق بالکسر۔ وہ شخص جو دو صانع کا قائل ہو اور دونوں سے نور و ظلمت اور یزدان و اہرمن تعبیر کرے۔ حق تعالیٰ اور آخرت پر ایمان نہ رکھتا ہو۔ ایمان ظاہر کرے اور باطن ہیں کافر ہو۔ زندیق زندی کا معرب ہے یعنی وہ شخص جو زرتشت کی کتاب زند پر اعتقاد رکھتا ہو جو یزدان واہرمن کا قائل تھا۔

جُیُوش۔ بضمتین۔ جمع جیش بمعنی لشکر۔

ظہیر۔ بفتح اوّل معین و مددگار۔

مجیر۔ بضم اوّل وکسر جیم بمعنی دستگیر و پناہ دہندہ اسم فاعل از مادۂ جوار۔

انام۔ بالفتح بمعنی مخلوقات۔ آنام بالمدّ بھی آیا ہے۔ اور انیم بھی لکھا ہے۔ یہ تینوں لفظ اسم جمع ہیں نہ کہ جمع۔

عضد۔ بالفتح اوّل وضم ثانی بمعنی بازو۔

ابوالحسن علی یعنی حسام الدین ابوالحسن علی ابن فخر الدین مسعود بن عزّ الدین حسین جس کے نام پر نظامی عروضی نے چہار مقالہ تالیف کیا ہے۔

ذُرّیت۔ بضم اوّل وتشدید رائے مکسور وتشدید یائے تحتانی بمعنی بیٹے پوتے۔ نسل آدمی و جن اس کی جمع ذراری (بفتح اوّل) آتی ہے۔

مسالک۔ جمع مسلک بمعنی راہ۔

مُنضّد۔ بضم میم وفتح نون وفتح ضاد معجمہ مشدد۔ ایک دوسرے پر چنا ہوا۔ اسم مفعول از تنضید۔

مُنظّم۔ مُرتّب۔ اسم مفعول از تنظیم۔

مُسلّم۔ ثابت۔ اسم مفعول از تسلیم۔

منّ۔ بفتح میم وتشدید نون بمعنی احسان۔

عمیم۔ سب کو گھیر لینے والا۔

ترجمہ

خاص وہ بادشاہ (یعنی خدا) حمد و شکر و سپاس کا سزاوار ہے جو کرّوبی اور رُوحانی فرشتوں کے واسطہ سے عالم آخرت کو وجود میں لایا۔ اور جس نے اُس عالم (یعنی عالم آخرت) کے وسیلہ سے دُنیا کو پیدا کیا۔ اور انبیاؔ و اولیاء کے امر و نہی سے اس کو سنوارا۔ اور بادشاہوں کی تلوار اور وزیروں کے قلم سے اس کی نگہبانی کی۔ اور درود وسردار دو عالم (یعنی حضرت محمد صلعم) پر جو کامل ترین نبی تھے۔ اور آفرین ان کے اہل بیت اور صحابہ پر جو بزرگ ترین ولی تھے۔ اور تعریف بادشاہ وقت (ملک۔ عالم۔

عادل۔ موید۔ مظفر۔ منصور۔ حسام الدولہ والدین۔ اسلام اور مسلمانوں کے مددگار۔ کافروں اور مشرکوں کے جاں شکار۔ زندیقوں اور سرکشوں کے سرکوب۔ دُنیاؤں کے لشکروں کے سالار۔ سلاطین و ملوک کے لئے باعثِ) فخر۔ زمانہ کے یاور مخلوق کے دستگیر۔ خلافت کے بازو۔ دین کی رونق۔ قوم کی شان۔ عرب و عجم کے فرمانروا۔ شریف ترین انسان شمس المعالی۔ ملک الامرا۔ ابوالحسن علی بن مسعود۔ معدبن امیر المومنین) کی۔ خدا کرے اس کی زندگی اس کی آرزو کے مطابق بسر ہو۔ اور دُنیا کا بڑا حصہ اس کے نام رہے۔ اور اولادِ آدم کا انتظام اس کے اہتمام سے ہو۔ کیونکہ بادشاہانِ وقت میں بلحاظ اصل و نسب و رائے و تدبیر و عدل و انصاف و شجاعت و سخاوت۔ اور اپنی درست رائے روشن عقل مضبوط ارادہ اور کامل ہوشیاری سے ملک آرائی۔ سلطنت پیرائی۔ دوست نوازی۔ دشمن شکنی۔ لشکر کی فراہمی۔ رعیت کی نگہبانی۔ نیز راستوں کو بے خطر بنانے اور ملکوں میں امن و امان قائم رکھنے میں آج وہ سب سے بڑھ کر ہے۔ کہ سلسلہ آل شنسب اس کے جمال سے منظم و مرتب اور اس خاندان کا بازوئے حکومت اسی کے کمال سے قوی اور مستحکم ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم اور فضل عمیم سے اُسے اور اس خاندان کے دیگر سلاطین کو مُلک۔ جاگیر۔ تخت۔ خوش نصیبی۔ کامیابی۔ شہرت اور حکمرانی سے بہرہ اندوز فرمائے۔

فصل اوّل

معہود۔ بالفتح۔ قدیم و کہنہ و پیمان کردہ شدہ اسم مفعول از عہد۔

مسلوک۔ چلا ہوا۔ جاری۔ اسم مفعول از سلوک۔

تشبیب۔ سوم و پنجم بائے موحدہ و چہارم یائے تحتانی۔ احوال ایام شباب کا ذکر اور معشوق کی صفت بیان کرنا۔ لغوی معنی آگ روشن کرنا۔ اور اصطلاح شعرا میں قصیدہ کے اُس ابتدائی حصہ کو کہتے ہیں جس میں عشق و محبت کا بیان ہوتا ہے۔ اس مقام پر صرف آغاز و ابتدا مُراد ہے۔

دیباچہ۔ حضرت استاذی مولانا شادان بلگرامی مدظلہ سے معلوم ہوا کہ یہ لفظ دی (مخفف دیو بمعنی دیوتا) اور باچہ (ماخوذ از مصدر ہندی باچنا بمعنی تعریف کرنا) سے مُرکب ہے۔ چونکہ دیباچہ کتاب عموماً حمد خدا پر مشتمل ہوتا ہے اس لئے یہ نام ہوا

برہانِ قاطع اور بہارِ عجم میں یہ لفظ موجود نہیں۔ البتہ صاحب غیاث نے اس پر خیال آرائیاں کی ہیں۔ لکھتے ہیں۔ کہ دیباچہ بیائے مجہول وجیم فارسی دیبا کا مصغّر ہے۔ جو ایک قسم کا ریشمی کپڑا ہوتا ہے۔ اور بادشاہوں کی مکال بجواہر قبائیں اس سے تیار ہوتی ہیں۔ آرائش کی مناسبت سے خطبۂ کتاب کو بھی دیباچہ کہتے ہیں۔ بعض محققین نے لکھا ہے کہ دیباچہ بیائے معروف وجیم عربی لفظ ہے جس کے معنے چہرہ اور رُخسارہ کے ہیں۔ چونکہ خطبۂ کتاب بمنزلہ روئے کتاب ہوتا ہے۔ لہٰذا اُسے بھی مجازاً دیباچہ کہتے ہیں۔

طرف۔ بفتحتین۔ حصّہ۔ جزو۔ تھوڑا سا۔

شمہ۔ بالفتح وتشدید میم۔ اصلاً عربی لفظ ہے ماخوذ از شم بمعنی سُونگھنا۔ مجازاً فارسی میں بمعنی تھوڑا سا مستعمل ہے۔

اِذکار۔ بالکسر یاد دلانا۔

کتاب نامخلوق۔ قرآن مجید۔ کلام ناآفریدہ۔ خلیفہ مامون الرشید کے زمانہ میں اس مسئلہ خلق قرآن کے متعلق بہت جھگڑے رہے ماموں کا عقیدہ تھا کہ قرآن مخلوق ہے اور علما غیر مخلوق کہتے تھے۔ چنانچہ بہت سے علماء کو اس عقیدہ کی بنا پر سُولی دی گئی۔

ساہرہ۔ روئے زمین ہموار۔

لئن شکرتم الخ۔ اگر تم شکر کرو تو البتہ میں تم کو زیادہ دُوں گا۔

اغبر۔ بالفتح گرد آلود۔

کرۂ اغبر۔ کرۂ خاک یعنی کرۂ زمین۔

اخضر۔ بالفتح وضاد معجمہ مفتوح بمعنی سبز۔

چترِ اخضر۔ مُراد آسمان۔

مُرفّہ۔ بضم اوّل وفتح ثانی وثالث مشدد مفتوح خوش حال۔ اسم مفعول از ترفیہ۔

موہبت۔ بفتح میم وکسر ہا وفتح موحدہ بمعنی بخشش۔

فخر الدولہ والدین۔ فخر الدین مسعود ابن عز الدین حسین۔

ستر۔ بالکسر بمعنی پردہ۔

خدر۔ بالکسر بمعنی پردہ۔

منیع۔ بروزنِ فعیل۔ باز رکھنے والا مجازاً بمعنی محکم واستوار۔ کیونکہ ہر استوار چیز غیر کو مداخلت سے باز رکھتی ہے۔

داعیہ۔ دُعا کرنے والی مُراد ممدوح کی ماں۔

صمیم۔ بمعنی خالص لہٰذا صمیم سحرگاہی بمعنی عین سحر۔

جرّار - کھینچنے والا۔ صیغہ مبالغہ از جرّ۔ چونکہ ہجوم میں رفتار کم ہو جاتی ہے اس لئے لشکر کثیر کو لشکر جرّار کہتے ہیں۔
کرّار - بڑا حملہ کرنے والا۔ صیغہ مبالغہ از کرّ۔
شمس الدولہ والدین - شمس الدین محمد ابن فخر الدین مسعود۔

مکافات - بالضم - باہم برابر ہونا۔ مراد بدلہ دینا۔
مجازات - بالضم جزا دینا۔
مُکرِم - بروزن منعم۔ اسم فاعل از اکرام بمعنی بخشش کرنے والا۔ شرف بخشنے والا۔
ابو علی الحسین ابن الحسین - علاء الدین حسین معروف بہ جہاں سوز۔

ترجمہ

یہ ایک پرانی رسم ہے، اور زمانہ دراز سے یہ رسم مقرر و مروج ہے، کہ مؤلف و مصنف آغازِ کلام اور دیباچۂ کتاب میں اپنے آقا کی کچھ تعریف اور اپنے ممدوح کے حق میں کچھ دعا کرتا ہے۔ لیکن میں بندۂ مخلص اس کتاب میں اس بادشاہ کی مدح وثنا کے بجائے اُن انعامات کا ذکر کروں گا جو خدائے پاک و برتر نے اس بادشاہ اور بادشاہ زادہ کے لئے مقرر کئے اور اُسے مرحمت فرمائے ہیں۔ تاکہ اس کی رائے جہاں آرا پر یہ امر واضح ہو جائے۔ اور وہ اس انعام خداوندی کے شکرانہ میں مشغول ہو۔ اس واسطے کہ خداوند عالم کتاب نامخلوق اور کلام ناآفریدہ میں فرماتا ہے کہ "اگر تم شکر کرو تو البتہ میں تم کو زیادہ دوں گا۔" کیونکہ بندہ کی شکر گزاری خدائے بخشندہ کی نعمت کے لئے بمنزلہ اکسیر ہے۔ المختصر اس بادشاہ عالی مرتبہ اور آقائے بلند پایہ کو جاننا چاہیئے کہ آج اس کرۂ خاک کی سطح پر اور اس سبز چھتر کے حلقہ میں کوئی بادشاہ اس فرمانروا سے زیادہ آسودہ حال نہیں ہے اور کوئی شہریار اس بادشاہ سے زیادہ کامگار نہیں۔ نعمت جوانی اُسے حاصل۔ دولت تندرستی برقرار۔ ماں باپ زندہ۔ موافق بھائی داہنے بائیں موجود۔ باپ بھی کیسا؟ خدا ملک معظم مؤید مظفر منصور، فخر الدولہ والدین، خسرو ایران ملک الجبال جیسا (خدا اس کی عمر دراز کرے اور بلندیوں پر اس کے عروج کو جاری رکھے) جو بلحاظ رائے و تدبیر و علم و حلم و تیغ زنی و زور بازو و خزانہ و ذخیرہ شاہانِ وقت میں سب سے زیادہ جلیل القدر اور ملوک عصر میں سب سے بڑھ کر ہے۔ دس ہزار نیزہ بردار سواروں کے ساتھ اُس نے خود کو اپنے فرزندوں کے آگے ڈھال بنا رکھا ہے۔ تاکہ بادِ صبا بھی اس کے کسی غلام پر تندی سے نہ چلے۔ اور

بلند پردہ اور اُستوار گوشہ ہیں ایک دُعا کرنے والی ہے (خدا اس کی سربلندی کو دوام بخشے) جس کی ہر صدائے "یارب" جو وہ عین سحر کے وقت اللہ کی درگاہ میں کرتی ہے۔ ایک کثیر لشکر اور زبردست فوج کا کام کرتی ہے۔ اور آقا و آقازادہ شمس الدولہ والدین ضیاء الاسلام والمسلمین (اس کی فتح شاندار ہو) جیسا بھائی جو میرے اس آقا کی (خدا اس کی بلندی کو دوام بخشے) انتہائی خدمت انجام دیتا ہے۔ اور الحمدللہ یہ میرا آقا بھی اس کا بدل کرنے اور جزا دینے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھتا۔ بلکہ اُس کی صورت سے دُنیا اُسے روشن نظر آتی ہے۔ اور اُسی کے جمال سے وہ اپنی زندگی لُطف کے ساتھ بسر کرتا ہے۔ اور ایک بہت بڑی نعمت یہ ہے کہ زبردست نعمت دینے والے اور لازوال بخشش کرنے والے نے اُسے خداوند عالم سلطانِ مشرق علاء الدنیا والدین ابو علی الحسین بن الحسین اختیار امیر المومنین (خدا اس کی عمر دراز کرے اور اس کی سلطنت کو دوام بخشے) جیسا چچا عنایت کیا ہے جس نے پچاس ہزار جان فروشوں سے دُنیا بھر کے لشکروں کو پیچھے دھکیل دیا۔ اور جملہ ملوکِ عصر کو ایک کونہ میں بٹھا دیا۔ خدائے بزرگ و برتر اپنے احسان و کرم سے ایسا کرے کہ یہ سب ایک دُوسرے کو نصیب رہیں اور انہیں باہمدگر بہرہ اندوز فرمائے اور ان کے کارناموں سے دُنیا کو منوّر کرے۔

آغازِ کتاب

مُتخصّص۔ مخصوص۔ بروزن متحقق اسم مفعول از تخصّص۔

موسوم۔ نشان کردہ شدہ یا منسوب از باب مُجرّد

حُجج قاطعہ۔ دلائل قطعی۔ حجج بضم اوّل و فتح ثانی جمع حُجّت۔

براہین ساطعہ۔ روشن دلیلیں۔ براہین جمع بُرہان۔

تشریف۔ بزرگی۔

تلطیف۔ مہربانی۔

وُلد۔ بضم اوّل و سکون ثانی جمع وَلَد (بفتحتین) بمعنی بیٹا۔

کتاب محکم۔ قرآن مجید۔ دیکھو "کتاب نامخلوق" کلام قدیم کے تحت لغاتِ فصلِ اوّل۔

لآلی۔ بڑے موتی۔ بفتح اوّل و مدّ ثانی و کسر لام بروزنِ بحالی۔ جمع لُولُو۔

متعالی۔ بلند ہونے والا۔ اسم فاعل از تعالیٰ۔

سمط ۔ بروزن و معنی سلک یعنی لڑی ۔	سنن ۔ جمع سنت بمعنی طریقہ ۔
مدارج ۔ جمع مدرج بمعنی مرتبہ ۔	قرون ۔ جمع قرن بمعنی صدی ۔
معارج ۔ جمع معرج بمعنی مرتبہ ۔	خالیہ ۔ گذشتہ ۔

ترجمہ

بندۂ مخلص و خادم خاص احمد بن عمر بن علی النظامی العروضی السمرقندی نے جو پنتالیس برس سے اس خاندان کا خدمت گذار ہے ۔ اور اس سلطنت کی تحریر غلامی میں مندرج ہے ۔ یہ چاہا کہ بادشاہ کی مجلس اعلیٰ کی (خدا اُس کا مرتبہ بلند کرے) ایک ایسی خدمت انجام دے جو قطعی اور روشن دلیلوں کے ساتھ حکمت کے قانون سے آراستہ ہو اور اس میں یہ دکھلائے کہ بادشاہی (دراصل) کیا چیز ہے؟ اور بادشاہ (فی نفسہٖ) کون ہے؟ یہ بزرگی کہاں سے حاصل ہوتی ہے؟ اور اس جہانبانی کا سزاوار کون ہے؟ اس کا شکر کس طرح ادا کرنا چاہیئے؟ اور اس احسان کو کس طرح قبول کیا جائے؟ تاکہ وہ اولادِ آدم کے سردار (یعنی نبیؐ) سے دوسرے درجہ پر اور دُنیا کو پیدا کرنے والے سے تیسرے درجہ پر ہو جائے ۔ جیسا کہ خدائے بزرگ و برتر نے ان تینوں عہدناموں کے موتیوں کو ایک سلک میں پرو دیا ہے اور ایک لڑی میں سجایا ہے ۔ فرماتا ہے "فرمانبرداری کرو اللہ کی اور فرمانبرداری کرو رسولؐ کی اور اُس کی جو تم میں سے حکمراں ہو" کیونکہ کائنات کے مراتب اور معقولات کے درجات میں نبوّت کے بعد جو کہ انسانی مرتبہ کی انتہا ہے کوئی مرتبہ بادشاہی سے بڑھکر نہیں اور وہ محض انعام خداوندی ہے ۔ خدائے بلند و برتر نے بادشاہِ وقت کو یہ رتبہ مرحمت فرمایا ہے اور یہ درجہ عنایت کیا ہے ۔ تاکہ وہ شاہانِ سلف کے طریقوں پر چلے اور رعیّت کو اگلے زمانہ کے قاعدہ کے مطابق رکھے ۔

فصل دوم

بفرماید دانستن ۔ یعنی دانستن فرماید	مجاز آغور ۔
فاعل رائے عالی ۔	زمرہ ۔ بالضم گروہ مردم ۔
استقصار ۔ بالکسر کسی شے کی انتہا پر پہنچنا ۔	سنا ۔ بالفتح بدوں مد ۔ ضیا اور نور سے کم

روشنی۔ بالمد بمعنی بلندی۔

مبین۔ بضم میم وکسر موحدہ۔ ظاہر کرنے والا آشکارا شدہ۔

کلام مبین۔ قرآن مجید۔

حبل متین۔ مضبوط رسّی مُراد قرآن مجید۔

کل شیٔ ھالک الخ۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔

خلال۔ بالکسر بمعنی درمیان فاصلہ میان دو چیز۔

فلک قمر۔ اُن نو آسمانی کُروں میں سے جو زمین کے گرد محیط ہیں فلک قمر سب سے نیچے یا سب کے اندر ہے۔

مقعر۔ بضم میم و فتح قاف و تشدید عین مفتوح

جائے عمیق۔ گڑھا۔ کمرہ کی اندرونی سطح جو کھوکھلی ہو۔

اقصیٰ۔ بالفتح وصاد مہملہ مفتوح بمعنی دُور تر اور انتہا پر پہنچا ہوا۔

وآں فلکے ست۔ یہ سب سے باہر کا یعنی نواں کرہ فلک الاطلس یا فلک الافلاک کہلاتا ہے۔

میانجی۔ واسطہ۔

صاعد۔ بکسر عین مہملہ پستی سے بلندی کی طرف جانے والا۔ اسم فاعل از صعود۔

برائے العین۔ بکسر اوّل و فتح ثانی و کسر رابع بمشاہدۂ عینی

مکشوف۔ کُھلا ہُوا۔ اسم مفعول از کشف۔

مسکون۔ اسم مفعول از سکونت۔ آباد۔ بسا ہُوا۔

ترجمہ

رائے عالی پر (خدا اُس کو بلند کرے) واضح ہو کہ موجودات جس قدر بھی ہیں وہ دو ہی قسم کی ہیں یا تو وہ شے جس کا وجود خود اپنی ذات سے ہے یا وہ جس کا وجود دُوسری ذات سے ہے۔ اس شے کو جس کا وجود اپنی ذات سے ہے۔ واجب الوجود کہتے ہیں اور وہ خدائے پاک و برتر ہے۔ جو از خود موجود ہے پس ہمیشہ سے ہے۔ کیونکہ وہ کسی دُوسرے کا منتظر نہ تھا۔ اور ہمیشہ رہے گا کیونکہ وہ قائم بالذات ہے قائم بالغیر نہیں۔ اور اس شے کو جس کا وجود دُوسری ذات سے ہے ممکن الوجود کہتے ہیں۔ اور ممکن الوجود ایسا ہوتا ہے جیسے کہ ہم ہیں کہ ہمارا وجود منی سے ہے اور منی کا وجود خون سے ہے اور خون کا وجود غذا سے اور غذا کا وجود پانی۔ زمین اور سُورج سے ہے اور ان (سب) کا وجود دُوسری چیز سے اور یہ سب ایسی چیزیں ہیں کہ کل نہ تھیں اور کل نہ ہونگی۔ اور جب غور سے سوچا جائے تو یہ سلسلہ اسباب ایک ایسے سبب پر منتہی ہوتا ہے

جس کا وجود کسی دوسری ذات سے نہ تھا اور اس کا وجود اس کے لئے واجب ہے۔ پس ان سب کا خالق وہی ہے۔ سب اُسی سے پیدا ہوئے اور اُسی سے قائم ہیں۔ اگر اس محل پر ذرا غور کیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ تمام موجودات ایک ایسی ہستی ہیں جسے عدم کی چاشنی دیگئی ہے اور وہ (یعنی خدا) ایسی ہستی ہے جو ازل اور ابد کی ہمیشگی سے آراستہ ہے۔ اور چونکہ مخلوقات کی اصل عدم سے ہے۔ لہٰذا ان کا پھر معدوم ہو جانا لازمی ہے۔ گروہ انسانی کے تیز بینوں کا قول ہے۔ کل شئیً یرجع الی اصلہ۔ ہر شے اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے خصوصاً عالم کون وفساد (یعنی دُنیا) میں۔ پس ہم جو کہ ممکن الوجود ہیں ہماری اصل نیستی ہے۔ اور وہ جو کہ واجب الوجود ہے اس کی ذات ہستی ہے۔ وہ خود (بزرگ ہے اس کی تعریف اور بلند ہے اس کی روشنی) کلام مبین وحبل متین میں فرماتا ہے "اُس کی ذات کے سوائے ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے"۔ اب جاننا چاہیئے کہ یہ عالم جو فلک قمر کے خلا میں اور اس پہلے کرہ کے حلقہ میں واقع ہے اسے عالم کون وفساد کہتے ہیں۔ اور اس طرح تصور کرنا چاہیئے۔ کہ فلک قمر کی گہرائی میں آگ ہے اور فلک قمر اس کو گھیرے ہوئے ہے اور کرۂ نار کے اندر ہوا ہے اور آگ اس کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور ہوا کے اندر پانی ہے اور ہوا اُس کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور پانی کے اندر زمین ہے اور پانی اس کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور زمین کے درمیان میں ایک فرضی نقطہ ہے کہ جتنے خطوط اس سے فلک قمر تک جاتے ہیں۔ سب آپس میں برابر ہوتے ہیں۔ اور جب ہم "نیچے" کہتے ہیں تو یہ نقطہ مُراد ہوتا ہے یا وُہ جگہ جو بالکل اس کے پاس ہے اور جب "اوپر" کہتے ہیں تو اس سے فلک الاقصیٰ مُراد ہوتا ہے یا وہ مقام جو بالکل اس کے نزدیک ہے۔ اور وہ (یعنی فلک الاقصیٰ) فلک البروج کے اوپر ایک فلک ہے جس کے اُس پار کچھ نہیں ہے اور عالم جسمانی اُس تک اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے یعنی ختم ہو جاتا ہے۔ خدائے بزرگ و برتر نے جب چاہا کہ معدنیات، ونباتات وحیوانات اس دُنیا میں ظاہر ہوں تو اپنی حکمت کاملہ سے ستاروں کو پیدا کیا خصوصاً سورج اور چاند کو اور ان کے (یعنی موالید ثلاثہ کے) پیدا ہونے اور مٹنے کو ان (ستاروں) کی حرکات سے وابستہ کر دیا۔ اور آفتاب کی خاصیت یہ ہے کہ جب مقابل ہوتا ہے تو اپنے عکس سے چیزوں کو گرم کرتا ہے۔ اور گرمی کے واسطہ سے اُن کو کھینچ لیتا ہے یعنی جذب کر لیتا ہے

مقابل رہکر پانی کو گرم کرتا رہا اور گرمی کے واسطہ سے مدت دراز تک اس کو جذب کرتا رہا یہاں تک کہ زمین کا ایک چوتھائی حصہ بھاپ کی کثرت کے باعث جو اس چہارم حصہ سے اُٹھی اور اوپر چلی گئی کھل گیا - اور پانی کی فطرت یہ ہے کہ اس میں پتھر بن جانے کی استعداد موجود ہے جیسا کہ بعض مقامات پر ہوتا ہے - اور آنکھوں سے دیکھا جاتا ہے پس سورج کی تپش سے پانی سے پہاڑ پیدا ہو گئے - اور زمین جتنی تھی اُس سے کچھ اور اونچی ہو گئی اور پانی اُس پر سے اُتر گیا اور سوکھ گیا - اس طرح جیسا کہ مشاہدہ ہے پس اس وجہ سے اُس کو "ربع مکشوف" کہتے ہیں - اور "ربع مسکون" اس سبب سے کہتے ہیں کہ حیوانات اس پر رہتے ہیں -

فصل سوم

اقطار - بالفتح جمع قطر - کسی چیز کا کنارہ -

معونت - بالفتح میم و نون - مدد - اعانت -

کواکب منقضہ - ٹوٹنے والے ستارے - منقضہ بضم اول و فتح قاف و تشدید ضاد معجمہ مفتوح - اسم مفعول از انقضاض بمعنی شکستن -

ذوالذوابہ - (بضم ہر دو ذال معجمہ) ذوالذنابہ دونوں طرح درست ہے - اُس ستارۂ منحوس کو کہتے ہیں جو جھاڑو کی شکل میں کبھی کبھی نمودار ہوتا ہے - مگر تحقیق یہ ہے کہ اگر طلوع کے وقت اس کی شعاع مغرب کی طرف ہو تو اُسے ذوالذوابہ کہنا بہتر ہے - اور اگر طلوع کے وقت شعاع مشرق کی طرف ہو تو ذوذنابہ کہنا مناسب ہے - ذوابہ بضم اول بمعنی گیسو اور ذنب بفتحتین بمعنی دُمِ حیوان -

نیازک - جمع نیزک معرب نیزہ - مراد وہ ستارہ جو نیزہ کی شکل ہوتا ہے -

عصیّ }
حریق } بجلی کی خاص صورتوں اور حالتوں کے نام -

صاعقہ - بکسر عین مہملہ - وہ بجلی جو ابر سے زمین پر گر پڑے -

عیون - بضمتین جمع عین بمعنی چشمہ -

نضج - بالضم - کسی چیز یا میوہ یا زخم یا مادہ یا خلط کا پک جانا - اطبا کی اصطلاح ہیں

خلط کا قابل خروج ہو جانا۔ پتلے سے گاڑھا ہو کر یا گاڑھے سے پتلا ہو کر۔

انفعال ۔ اثر قبول کرنا۔

فرجہ ۔ بالضم۔ کشادگی۔ شگاف۔ درز۔ تھوڑا سا فصل جو دو چیزوں کے درمیان ہو۔

متناسب ۔ باہم نسبت رکھنے والا۔ اسم فاعل از تناسب۔

متساوی ۔ باہم برابر ہونے والا۔ اسم فاعل از تساوی۔

بدرقہ ۔ بفتح اوّل وسکون دال و فتح راء مہملہ بمعنی رہبر رہنما۔

اختلال ۔ زیان۔

مصون ۔ بفتح میم وضم صاد مہملہ وسکون واؤ بروزن فعول بمعنی محفوظ۔

مترادف ۔ ایک دوسرے کے پیچھے سوار ہونے والا مجازاً بمعنی پے در پے اسم فاعل از ترادف۔

متوالی ۔ پیاپے ہونے والا۔ پے در پے آنے والا اسم فاعل از توالی۔

بُسّد ۔ بضم اوّل فتح سین مہملہ مشدّد۔ مونگا۔

فحل ۔ بفتح اوّل وسکون ثانی بمعنی نر۔ اس کی جمع فحول ہے۔

تاک زر ۔ انگور کی بیل۔

عشقہ ۔ بفتح اوّل وکسر ثانی و فتح ثالث عشق پیچہ۔

ترجمہ

جب ان ستاروں کے اثرات ان عناصر کی حدود پر پڑے اور اُس فرضی نقطہ سے منعکس ہوئے تو ہوا اور آگ کی مدد سے مٹی اور پانی سے یہ جمادات پیدا ہوئی۔ مثلاً پہاڑ۔ کانیں۔ بادل برف۔ مینہ۔ گرج۔ بجلی۔ شہابے۔ دُمدار ستارے۔ نیازک۔ عصی۔ ہالہ۔ حریق۔ صاعقہ۔ بھونچال اور طرح طرح کے چشمے۔ جن کی آثار علوی میں اپنے مقام پر پوری تشریح کی گئی ہے اور اس مختصر میں ان کی شرح و تفصیل کی گنجائش نہیں۔ جب زمانہ گذرا اور آسمان کی گردشیں پیہم ہوئیں اور عالم سفلی کا مزاج پختہ ہو گیا۔ اور قبول اثر کی نوبت اس فرجہ پر پہنچی جو ہوا اور پانی کے درمیان ہے تو عالم نباتات کا ظہور ہوا۔ پس یہ جوہر کہ جس سے نباتات پیدا ہوئی خدائے بزرگ و برتر نے اس کے لئے چار خادم اور تین قوتیں پیدا کیں۔ ان چار خادموں میں سے

ایک تو وہ ہے کہ جو کچھ اُس (جوہر) کے مناسب ہوتا ہے اس کی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اس کو جاذبہ کہتے ہیں۔ دُوسرا وہ ہے کہ جاذبہ نے جو کچھ جذب کیا ہو یہ اُس کو محفوظ رکھتا ہے اس کو ماسکہ کہتے ہیں۔ تیسرا وہ ہے کہ اس جذب کی ہوئی چیز کو ہضم کرتا ہے اور اُسے اپنی حالت سے بدل دیتا ہے۔ تاکہ وہ اس (جوہر) کے مثل ہو جائے اس کو ہاضمہ کہتے ہیں۔ چوتھا وہ ہے کہ جو کچھ نا مناسب ہوتا ہے اُس کو دُور کر دیتا ہے اس کو دافع کہتے ہیں۔ اب اُسکی ان تینوں قوتوں میں سے ایک تو وہ قوت ہے کہ اس کو بڑھاتی ہے۔ اس طرح کہ غذا کو مساوی اور یکساں طور پر اس کے اندر پھیلاتی ہے۔ دُوسری وہ قوت ہے جو اس غذا کے ساتھ ساتھ چلتی ہے حتیٰ کہ وہ (غذا) آخری حدود تک پہنچ جاتی ہے۔ تیسری وہ قوت ہے کہ جب (یہ جوہر) کمال پر پہنچ گیا۔ اور نقصان پذیر ہونا چاہتا ہے تو یہ قوت ظاہر ہوتی ہے اور تخم دیتی ہے تاکہ اگر اس (جوہر) کو اس عالم میں فنا لاحق ہو جائے تو وہ بدل اس کا قائم مقام ہو جائے۔ تاکہ نظام عالم خلل سے محفوظ رہے اور نوع منقطع نہ ہونے پائے۔ اس کو قوت مُولدہ کہتے ہیں پس یہ عالم ان چند حیثیتوں سے جن کا ذکر کیا گیا عالم جمادات سے بڑھ گیا۔ خداوند عالم کی حکمت کاملہ اس امر کی مقتضی ہوئی کہ یہ تمام عالم مسلسل اور بہم ایک دُوسرے سے ملے رہیں پس عالم جمادات میں پہلی چیز جو کہ مٹی تھی ترقی کرتی رہی اور بلند مرتبہ ہوتی گئی یہاں تک کہ مرجان یعنی مونگا بن گئی۔ جو کہ عالم نباتات کا آخری مرتبہ ہے اور عالم نباتات کے سب سے پہلے درجہ سے ملا ہوا ہے۔ اور عالم نباتات کی پہلی چیز کانٹا تھی اور آخری چیز کھجور اور انگور جنہوں نے عالم حیوان کے ساتھ مشابہت پیدا کی اس (کھجور) نے نر چاہا تاکہ بار آور ہو اور اُس (انگور) نے دُشمن سے گریز کی۔ کیونکہ انگور کی بیل عشق پیچہ سے بھاگتی ہے۔ اور عشق پیچہ ایک گھاس ہوتی ہے۔ کہ جب انگور کے درخت سے لپٹ جاتی ہے تو اُسے سکھا دیتی ہے اس وجہ سے انگور اُس سے بھاگتا ہے۔ پس عالم نباتات میں انگور اور کھجور سے بلند مرتبہ کوئی نہیں۔ اس بنا پر کہ انہوں نے اپنی دُنیا سے اوپر کی چیزوں سے مشابہت پیدا کی۔ اور لطافت میں اپنی دُنیا کی حدود سے متجاوز ہو گئے۔ اور بجانب اشرف ترقی کی۔

~~~~~~
~~~~~~

فصل چہارم

آبا۔ جمع اَب بمعنی باپ، دراصل ابو تھا۔ واوِ مفرد جمع میں الف ہو کر آبا ہو گیا۔
آبار عالم علوی۔ نو آسمان (یا ساتوں سیارے)
اُمہات۔ بالضم و تشدید میم۔ جمع اُمّہ بمعنی ماں۔
اُمہات عالم سفلی۔ عناصر اربعہ (یا طبقات زمین)۔
فرجۂ ہوا و آتش۔ چاروں کُرات عناصر سے تین فرجے بنتے ہیں۔ پہلے فرجہ میں عالم جمادات کا۔ دُوسرے میں عالم نباتات کا اور تیسرے میں عالم حیوانات کا ظہور ہوتا ہے۔ انہیں تینوں (یعنی جمادات و نباتات و حیوانات) کو موالید ثلاثہ کہتے ہیں۔
ملائم۔ بضم میم و کسر ہمزہ۔ موافق و مناسب طبع۔ اسم فاعل از ملائمت۔
منافر۔ نفرت کرنے والا۔ مُراد مخالف طبع۔ اسم فاعل از منافرت۔
منشعب۔ بالضم و شین معجمہ مفتوح و کسر عین مہملہ شاخ در شاخ ہونے والا۔
لمس۔ بفتح اوّل و سکون ثانی۔ چھونا۔
شمّ۔ بالفتح سُونگھنا۔

مماس۔ بالضم اوّل و سین مہملہ مشدّد۔ باہم مس کیا ہوا۔
نغزی۔ لطافت۔ چکناپن۔
متحلل۔ حل شدہ۔ بضم اوّل و فتح ثانی و ثالث و بتشدید رابع مفتوح۔ اسم مفعول از تحلّل۔
صماخ۔ بالکسر کان کا سُوراخ۔ کان کا گھونگا۔
متادی۔ بضم اوّل و فتح ثانی و ثالث بتشدید رابع مکسُور پہنچنے والا۔ اسم فاعل از تادّی۔
مُتقارع۔ بضم اوّل و فتح ثانی و ثالث و را مہملہ مکسُور۔ اسم فاعل از تقارع ٹکرانے والا۔
تادیہ۔ بکسر دال و فتح یائے تحتانی۔ پہنچانا۔
تجویف۔ خالی کرنا اور محاورہ میں بمعنی ''کسی چیز کے اندر کا خلا'' مستعمل ہے۔
منطبع۔ چھپ جانے والا۔ اسم فاعل از انطباع۔
جلیدی۔ جلید بفتح اوّل و یائے معروف بروزن فعیل۔ وہ شبنم جو سردی کے موسم میں جم جاتی ہے جس سے مُراد برف ہے۔ اس کی مشابہت سے

آنکھ کی تین رطوبتوں میں سے ایک کا نام جلیدی ہے۔

اشباح۔ بالفتح جمع شبح بفتحتین بمعنی کالبد۔ مُراد بدن وجسم۔

سطوح۔ جمع سطح۔

مُلوّن۔ بضم میم وفتح لام وتشدید واؤ مفتوح رنگ آمیزی کیا ہوا۔ زنگارنگ کیا ہوا۔

مُستنشق۔ بضم میم وفتح تار فوقانی وفتح شین معجمہ۔ سُونگھا ہوا۔ اسم مفعول از استنشاق۔

ہوائے مُستنشق۔ ناک کے ذریعہ اوپر کو کھنچی ہوئی ہوا۔

استحالت۔ ایک حالت سے دُوسری حالت میں تبدیل ہوجانا۔

ترجمہ

جب اس عالم کو کمال حاصل ہوگیا اور آبائے عالم علوی کا اثر امہات عالم سفلی پر پڑا اور ہوا اور آگ کے درمیان فرجہ تک نوبت پہنچی تو زیادہ نفیس اولاد پیدا ہوئی اور عالم حیوانات کا ظہور ہوا۔ جو قوتیں کہ نباتات میں موجود تھیں یہ اپنے ساتھ لایا اور دو قوتوں کا اُن پر اور اضافہ کیا۔ ایک قوت ادراک جسے مدرکہ کہتے ہیں۔ جس کے ذریعہ سے حیوان چیزوں کا درک کرتا ہے۔ دُوسری قوت تحریک جس کی مدد سے حیوان حرکت کرتا ہے۔ اور جو چیز اُسے مطبوع ہوتی ہے اس کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اور جو شے اُسے ناگوار ہوتی ہے اس سے بچتا ہے اسے قوت محرکہ کہتے ہیں۔ قوت مدرکہ دس شاخوں میں تقسیم ہوتی ہے جن میں سے پانچ کو حواس ظاہری کہتے ہیں اور پانچ کو حواس باطنی۔ حواس ظاہری مثلاً لامسہ۔ ذائقہ۔ باصرہ۔ سامعہ اور شامہ۔ قوت لامسہ وہ قوت ہے جو حیوان کی کھال اور گوشت میں پھیلی ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ جو چیز اُس سے چھوجاتی ہے۔ پٹھے اس کا درک کرلیتے ہیں اور محسوس کرتے ہیں۔ مثلاً خشکی۔ تری۔ گرمی۔ سردی۔ سختی۔ نرمی۔ کھردراپن۔ اور چکناپن۔ قوتِ ذائقہ وہ قوت ہے جو اُس پٹھے میں ترتیب دی گئی ہے جو سطح زبان پر پھیلا ہوا ہے۔ اور جو اُن اجسام میں سے کہ اُس سے مس کرتے ہیں۔ غذا کے محلول کو معلوم کرتی ہے۔ اور میٹھے۔ کڑوے۔ تیز اور کھٹے وغیرہ کے درمیان فرق کرتی ہے۔ قوت لامسہ وہ قوت

ہے۔ جو کان کے گھونگے کی سطح کے متفرق پٹھوں میں ترتیب دی گئی ہے اور جو اُس آواز کو درک کرلیتی ہے جو اس تک پہنچتی ہے اُس ہوا کے تموج سے جو متقارعین یعنی دو جسم متصادم کے درمیان افسردہ ہوگئی ہو۔ جن کے باہم ٹکرانے سے ہوا میں لہر پیدا ہوتی ہے اور آواز کا سبب ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ (وہ لہر) اس ہوا کو حرکت دیتی ہے جو کان کے گھونگے کے جوف میں ٹھہری ہوئی ہوتی ہے۔ اور اس سے چھوتی ہے اور اُس پٹھے تک پہنچتی ہے اور سُنائی دیتا ہے۔ قوت باصرہ وہ قوت ہے جو جوف دار پٹھوں میں ترتیب دی گئی ہے۔ اور جو اُس صورت کو معلوم کرلیتی ہے جو رطوبت جلیدی میں چھپتی ہے۔ خواہ شنج ہو یا رنگدار جسم بوسیلہ ایک ایسے شفاف جسم کے جو اس سے لیکر اجسام صیقلدار کی سطحوں تک استادہ ہوتا ہے۔ قوت شامہ وہ قوت ہے جو مقدم دماغ کے باہر نکلے ہوئے حصہ میں جس کی شکل بھٹنی کی ایسی ہوتی ہے ترتیب دی گئی ہے۔ اور جو ہوا کی لائی ہوئی بھاپ کے ساتھ ملی ہوئی اُس بُو کو دریافت کرلیتی ہے جسے ناک کے ذریعہ اوپر کو لیا ہوا سانس اس تک پہنچاتا ہے یا جسم بُودار سے مستحیل ہوکر اس میں بس گئی ہو۔

فصل پنجم

صور - بضم اوّل وفتح ثانی جمع صورت۔

بُزغالہ - پہاڑی بکری - کیونکہ غال بمعنی شگاف وغار جو کہ پہاڑ میں ہوتا ہے۔ اور "ہ" نسبت کے لئے ہے مگر یہاں "بکری کا بچہ" مراد ہے۔

پیسہ - بالکسر یائے مجہول - ابلق - کوڑیالہ -

شرائین - بالفتح جمع شریان بمعنی رگ جہندہ جن میں خون اوردہ کی بہ نسبت حرارت زیادہ ہوتی ہے۔

خراطین - معرب خراطین - جو "خر" بمعنی مٹی اور "آتین" بمعنی پیدا شدہ سے مرکب ہے - یعنی وہ کیڑا جو مٹی سے پیدا ہوا ہو یعنی کیچوا -

گل خوارہ - مٹی کھانے والا -

غاک کرمہ - غاک - خاک کیونکہ فارسی میں "غ" کا بدل "خ" اور "خ" کا بدل "غ" سے اکثر ہوجاتا ہے جیسے چرغ و چرخ اور ستیغ و ستیخ - پس غاک کرمہ

بمعنی کرمِ خاک یعنی کیچوا۔

(حکایت)

نسناس۔ بن مانس۔
منتصب القامۃ۔ منتصب اسم فاعل از انتصاب بمعنی قائم ہونا۔ لہذا منتصب القامۃ بمعنی راست قامت۔
عریض الاظفار۔ چوڑے ناخنوں والا۔
طمغاج۔ بظاہر چین یا چینی ترکستان مقصود ہے۔ مختاری غزنوی کے ایک قصیدہ میں جو اُس نے علاء الدولہ محمد ملقب بہ ارسلان خاں (جو ملوک خانیہ ماوراء النہر سے تھا) کی مدح میں لکھا ہے یہ کلمہ ایک جگہ آیا ہے۔ قصیدہ کا مطلع یہ ہے ؎

خرگہ خاقانِ ترکستان شدہ مالک رقاب
آسمان ہست و جمالِ ارسلانشہ آفتاب

وصفِ مجلسِ بزمِ خاقان میں کہتا ہے ؎

ساقیانِ نادرہ گویندۂ شیریں ادا
مطربانِ چابکِ طمغاجی حاضر جواب

گرمگاہ۔ نیمروز۔ دوپہر۔
کراکشان۔ جمع کراکش بمعنی مکاری یعنی سواری کے جانور کرایہ پر چلانے والے یہ لفظ "کرا" (مخفف کراء بمعنی اجرت مکاری یا عمل مکاری) اور "کش" (از مصدر کشیدن) سے مرکب ہے۔
دہور۔ بضمتین۔ جمع دہر بمعنی زمانہ۔
طوال۔ بفتحتین۔ غایت زمانہ۔
مرور۔ بضمتین گذرنا۔
نوبت بفرجہ رسید الخ۔ دیکھو "فرجۂ ہوا و آتش" تحتِ لغات فصل چہارم۔ یہ چوتھا فرجہ کرۂ آتش کے باہر اور فلک قمر کے اندر ہے۔
رُوے۔ بالضم۔ کانسی۔
مِس۔ بالکسر۔ تانبا۔
سرب۔ سیسہ۔
ارزیز۔ بفتح اوّل وسکون رائے مہملہ وکسر زاء معجمہ رانگ۔
اوانی۔ بفتح اوّل وکسر نون جمع آینہ بمعنی برتن آنیہ بکسر نون۔ اِنا بکسر اوّل کی جمع ہے جس کے معنی برتن کے ہیں۔
عوامل۔ جمع عامل بمعنی آلہ۔ اوزار۔
بلاد۔ جمع بلد بفتحتین بمعنی شہر۔
مدائن۔ بفتح میم وکسر ہمزہ جمع مدینہ بمعنی شہر۔
استنباط۔ استخراج یعنی کسی چیز کو کسی چیز سے نکالنا۔ یہ نبط سے ماخوذ ہے جس کے

معنی اس پانی کے ہیں جو کنوئیں کی گہرائی سے نکلتا ہے۔

حرف۔ بکسر اوّل و فتح ثانی جمع حرفہ بمعنی پیشہ۔

مقصور۔ کوتاہ کیا ہوا و بمعنی منحصر۔ اسم مفعول از قصر۔

سراً و جہاراً۔ پوشیدہ و علانیہ۔

تلقف۔ حرف سوم قاف مشدد و مضموم۔ کسی چیز کو جلد گھیر لینا۔

کنہ۔ بالضم و در آخر ہائے ملفوظ۔ کسی چیز کی حقیقت یا تہ۔

ماموِل۔ اُمید داشتہ شدہ۔ اسم مفعول از امل۔

علوم دانہ نا آموختہ۔ اس علم کو علم لدنی کہتے ہیں یعنی وہ علم جو براہ راست خدا سے حاصل کیا جاتا ہے۔

انحلال۔ بالکسر و حائے مہملہ۔ کھل جانا۔ مٹ جانا۔

انحلال طبیعت۔ شیرازۂ طبیعت کا بکھر جانا مُراد موت۔

احیاء۔ بالکسر۔ زندہ کرنا۔

امضا۔ بالکسر۔ جاری کرنا۔

آفاق۔ جمع افق بمعنی کنارۂ آسمان جو میدانِ صحرائے وسیع میں زمین سے ملا ہوا دور سے نظر آتا ہے (آفاق سے مُراد عالم اجسام یعنی دُنیا بھی ہوتی ہے۔ کیونکہ تمام عالم آسمان کے کناروں کے درمیان ہے)۔

قاصی۔ بصاد مہملہ۔ انتہا پر پہنچنے والا نیز بمعنی بعید و باشندۂ راہ دور مستعمل ہے اسم فاعل از قصو۔

دانی۔ نزدیک۔ ماخوذ از دنو۔

عنف۔ بضم اوّل و سکون ثانی۔ سختی کرنا۔

سائیس۔ بکسر ہمزہ۔ سیاست کنندہ و بمعنی مطلق نگہبان۔

قاہر۔ غالب۔ اسم فاعل از قہر۔

سیّد ولد آدم۔ سردار بنی آدم یعنی نبی اکرم محمد صلعم۔

وُلد۔ بضم اوّل و سکون ثانی جمع ولد بفتحتین بمعنی بیٹا۔

توام۔ جُڑواں۔

شاق۔ بتشدید قاف۔ دُشوار و کار دُشوار۔

غزارت۔ کثرت۔ مُراد کمال۔

بدائع۔ بفتحتین۔ جمع بدیع۔ وہ شے جو نئی پیدا ہوئی ہو۔

ترجمہ

اب رہے حواس باطنی۔ بعض تو وہ ہیں جو محسوس چیزوں کی صورتوں کا ادراک کرتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو اُن کے معانی کا درک کرتے ہیں۔ اوّل حسّ مشترک ہے۔ وہ ایک قوت ہے جو دماغ کے سب سے پہلے خانہ میں ترتیب دی گئی ہے۔ اور بذاتِ خود اُن تمام صورتوں کو قبول کرتی ہے جنہیں حواس ظاہری نے قبول کیا ہو اور ان میں منطبع ہوگئی ہوں تاکہ وہ اُنہیں اُس تک پہنچادیں۔ اور محسوس اس وقت تک محسوس ہوتا ہے جب کہ وہ قبول کرلیتی ہے دُوسرا خیال ہے۔ وہ ایک قوت ہے جو مقدمِ دماغ کے سب سے آخری خانہ میں ترتیب دی گئی ہے۔ حسّ مشترک نے حواس ظاہری سے جو کچھ قبول کیا ہو یہ اُس کو محفوظ رکھتا ہے۔ اور محسوسات کے دُور ہوجانے کے بعد بھی یہ سب اس میں موجود رہتا ہے۔ تیسری قوت متخیلہ ہے۔ جب نفس حیوانی کے ساتھ اس کا ذکر کرتے ہیں تو اُسے متخیلہ کہتے ہیں۔ اور جب نفس انسانی کے ساتھ اس کا ذکر کرتے ہیں تو اُسے متفکرہ کہتے ہیں اور وہ ایک قوت ہے جو دماغ کے درمیانی خانہ میں ترتیب دی گئی ہے۔ اس کا کام یہ ہے کہ اُن جزئیات کو جو خیال میں موجود ہیں اندیشہ کے حسب منشا آپس میں ملائے اور ایک دُوسرے سے جدا کرے چوتھی قوت وہم ہے۔ یہ وہ قوت ہے جو دماغ کے درمیانی خانہ کے آخری گوشہ میں ترتیب دی گئی ہے اور کام اُس کا یہ ہے کہ اُن معانی نامحسوس کا ادراک کرتی ہے جو محسوسات جزئی میں موجود ہوں۔ اس قوت کی طرح کہ بکری کا بچہ اپنی ماں اور بھیڑیئے میں تمیز کرتا ہے اور آدمی کا بچہ رسّی اور کوڑیالے سانپ میں تمیز کرتا ہے۔ پانچویں قوت حافظہ ہے اور ذاکرہ بھی کہتے ہیں۔ وہ ایک قوت ہے جو دماغ کے آخری خانہ میں ترتیب دی گئی ہے۔ قوت وہمیہ جن معانی نامحسوس کا ادراک کرتی ہے یہ ان کو محفوظ رکھتی ہے۔ اور قوتِ وہم سے اس کو وہی نسبت ہے جو قوتِ خیال کو حسّ مشترک سے ہے۔ مگر وہ (یعنی قوتِ خیال) صورت کو محفوظ رکھتی ہے۔ اور یہ (یعنی قوتِ حافظہ) معانی کو۔ یہ سب نفس حیوانی کے خادم ہیں۔ اور نفس حیوانی ایک جوہر ہے جس کا سرچشمہ دل ہے۔ جب وہ دل میں عمل کرتا ہے تو اُسے رُوح حیوانی کہتے ہیں۔ اور جب دماغ میں عمل کرتا ہے تو اُسے

رُوح نفسانی کہتے ہیں۔ اور جب جگر میں عمل کرتا ہے تو اُسے رُوح طبیعی کہتے ہیں۔ اور وہ ایک لطیف بھاپ ہے جو خون سے اُٹھتی ہے اور اعلیٰ شرائین میں دوڑتی ہے۔ اور روشنی میں سُورج کی طرح ہوتی ہے۔ جس حیوان میں یہ دو قوتیں ادراک و تحریک ہوتی ہیں اور وہ دس بھی جوان سے نکلتی ہیں اُسے حیوان کامل کہتے ہیں۔ اور جس میں کوئی قوت کم ہوتی ہے وُہ ناقص ہوتا ہے۔ مثلاً چیونٹی جس کے آنکھیں نہیں ہوتیں اور سانپ جس کے کان نہیں ہوتے اور اُسے بہرا سانپ کہتے ہیں۔ لیکن کینچوے سے زیادہ ناقص کوئی نہیں۔ کینچوا سُرخ رنگ کا ایک کیڑا ہوتا ہے جو چشموں کی مٹی میں رہتا ہے۔ اسے گل خوارہ کہتے ہیں اور ماوراءالنہر میں غاک کرمہ کہلاتا ہے۔ پہلا حیوان وہ ہے اور آخری حیوان بن مانس۔ بن مانس ایک جانور ہوتا ہے جو ترکستان کے بیابان میں پایا جاتا ہے۔ راست قامت۔ سہی قد۔ چوڑے ناخن۔ اِنسانوں سے بہت محبت کرتا ہے۔ جہاں کہیں آدمیوں کو دیکھتا ہے۔ راستہ میں آجاتا ہے اور بڑے غور سے ان کا ملاحظہ کرتا ہے اور جب کوئی اکیلا آدمی مل جاتا ہے تو اُسے پکڑ لیجاتا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ اُس سے باردار ہوتا ہے پس اِنسان کے بعد حیوانوں میں سب سے بڑھکر وہی ہے۔ اِس لئے کہ کئی باتوں میں آدمی سے ملتا جُلتا ہے۔ اوّل راست قامتی میں دُوسرے ناخنوں کی چوڑائی میں اور تیسرے سر کے بالوں میں۔

حکایت

سنہ ۴۱۵ھ میں نیشاپور کی جامع مسجد میں ابو رضا ابن عبدالسلام النیشاپوری سے میں نے سُنا۔ اُنہوں نے بیان کیا کہ "ہم طمغاج کی طرف سفر کر رہے تھے۔ اور وہ (یعنی ہمارا قافلہ) کئی ہزار اونٹوں کا قافلہ تھا۔ ایک دن دوپہر کے وقت جبکہ ہم چلے جا رہے تھے۔ ریتے کے ٹیلے پر ہم نے ایک عورت کھڑی دیکھی۔ ننگے سر۔ ننگے بدن۔ نہایت حسین۔ سروسا قد چاند سی صُورت۔ لمبے لمبے بال۔ بڑے غور سے ہمیں دیکھ رہی تھی۔ ہر چند ہم نے اُس سے باتیں کیں مگر اُس نے جواب ہی نہ دیا۔ اور جب ہم نے اُس کے پاس پہنچنا چاہا تو بھاگ گئی اور اِس بھاگ میں ایسی تیزی سے دوڑی کہ واقعی کوئی گھوڑا بھی اُس کو نہیں پا سکتا تھا۔

ہمارے خچر والے ترک تھے۔ اُنھوں نے بیان کیا کہ یہ جنگلی آدمی ہے۔ اسے بن مانس کہتے ہیں۔

جاننا چاہیئے کہ ان تین چیزوں کی بنا پر جو مذکور ہوئیں بن مانس شریف ترین حیوان ہے، پس جب مدت دراز میں زمانہ گذرنے پر لطف مزاج زیادہ ہوا اور اس فرجہ کی نوبت آئی جو عناصر و افلاک کے درمیان تھا تو انسان پیدا ہوا۔ جو کچھ عالم جمادات و نباتات و حیوانات میں تھا وہ اپنے ساتھ لایا۔ اور قبولیتِ معقولات کی استعداد کا اس پر اضافہ کیا۔ اور عقل کے ذریعہ تمام حیوانات پر بادشاہ ہوگیا اور سب کو اپنے تحت تصرف میں لایا۔ عالم جمادات میں سے جواہرات اور سونے چاندی سے اپنی آرائش کی۔ لوہے۔ کانسی۔ تانبے۔ سیسے اور رانگ سے برتن اور اوزار بنائے۔ عالم نباتات میں سے کھانا اور اوڑھنا بچھونا تیار کیا۔ عالم حیوانات میں سے سواری اور باربرداری کے جانور حاصل کئے۔ اور تینوں عالموں میں سے دوائیں انتخاب کیں اور اُن سے اپنا علاج کیا۔ یہ ساری فوقیت اُسے کس بات سے حاصل ہوئی؟ اس بات سے کہ اُس نے معقولات کو پہچانا۔ اور معقولات کے واسطہ سے خدا کو پہچانا اور خدا کو کیونکر پہچانا؟ اِس طرح کہ خود کو پہچانا کیونکہ "جس نے خود کو پہچانا اُس نے خدا کو پہچانا"۔ پس اس عالم (انسان) کی تین قسمیں ہوگئیں۔ ایک قسم تو وہ ہے جو عالم حیوانات سے قریب ہے۔ مثلاً جنگلوں اور پہاڑوں کے وحشی آدمی۔ جن کی ہمت اس سے زیادہ نہیں کہ مفید مطلب چیزوں کو حاصل کرکے اور مضر چیزوں سے بچکر اپنی معاش کی تدبیریں کریں۔ دوسری قسم بستیوں اور شہروں کے باشندوں کی ہے۔ جن میں شرکت معاشرت اور اشتراک عمل کی استعداد موجود ہے۔ اور جو صنعت و حرفت ایجاد کرسکتے ہیں۔ ان کے علوم معاشرت باہمی کے نظام ہی تک محدود ہیں تاکہ نوع باقی رہے تیسری قسم اُن لوگوں کی ہے جو ان تمام باتوں سے آزاد ہیں۔ اور شب و روز پوشیدہ و علانیہ ان کا یہی کام ہے کہ (وہ غور کرتے ہیں کہ) ہم کون ہیں؟ کس غرض سے پیدا ہوئے ہیں؟ اور ہمارا خالق کون ہے؟ یعنی حقائق اشیاء سے بحث کرتے ہیں اور اپنے آنے اور جانے کے متعلق غور و فکر کرتے ہیں کہ ہم کس طرح آئے؟ اور کہاں جائیں گے؟ اِس تیسری قسم کی دو شاخیں ہیں۔ ایک تو وہ لوگ ہیں

جو اُستادوں کی مدد تعلیم کی زحمت و تکلیف اور پڑھنے لکھنے کے ذریعہ سے اس مقصد کی تہ کو پہنچتے ہیں ان لوگوں کو حکمار کہتے ہیں۔ دُوسرے وہ لوگ ہیں جو اُستاد اور تعلیم کے بغیر اس مسئلہ کی انتہا پر پہنچ جاتے ہیں ان لوگوں کو انبیار کہتے ہیں۔ اور نبی کی تین صفتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ بغیر پڑھے علوم سے واقف ہو۔ دُوسرے یہ کہ گذشتہ اور آیندہ کی خبر دے لیکن مثال و قیاس کے طور پر نہیں۔ تیسرے یہ کہ اس کے نفس میں یہ قدرت ہو کہ جس جسم کو چاہے۔ ایک صُورت سے دُوسری صورت میں تبدیل کر دے۔ اور سوائے اُس شخص کے جو عالم ملائکہ سے مشابہت رکھتا ہو۔ اور کوئی ایسا نہیں کر سکتا۔ پس عالم انسان میں اس سے بڑھکر کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس کا حکم دُنیا کی مصلحت کے مطابق جاری ہوتا ہے۔ اِس لئے کہ جو کچھ اُن کے (یعنی عام انسانوں کے) پاس ہے وہ اُس کے پاس بھی ہے۔ علاوہ ازیں اس کے پاس کچھ اور بھی ہے جو اُن کے پاس نہیں۔ یعنی عالم ملائکہ سے تعلق اور اس مزید صفت کو مجملاً نبوّت کہتے ہیں۔ اور مفصّل جیسا کہ ہم نے تشریح کے ساتھ بیان کیا۔ جب تک یہ شخص زندہ رہتا ہے۔ اللہ جلشانہ کے حکم سے جو فرشتے اس کو پہنچاتے ہیں۔ دونوں جہان کی بہبُودی کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ اور جب مر کر اُس عالم میں چلا جاتا ہے تو اللہ جل شانہ، کے اشارات اور اپنے اقوال سے مرتب کیا ہوا ایک دستور العمل اپنا قائم مقام چھوڑ جاتا ہے۔ لازمی طور پر اس کو قائم مقام کی ضرورت ہے۔ تاکہ وہ (قائم مقام) اس کی شریعت اور سُنّت کو قائم رکھے۔ یہ شخص (یعنی نائب نبی) اُس جماعت میں سب سے افضل اور اُس زمانہ میں سب سے اکمل ہونا چاہیئے۔ تاکہ اس شریعت کو زندہ رکھے اور اس سُنّت کو جاری کرے اُس کو امام کہتے ہیں اور چونکہ یہ امام پُورب، پچھم اور اُتر، دکھن کی آخری حدود تک نہیں پہنچ سکتا۔ جو اُس کی حفاظت کا اثر دُور اور پاس والوں تک اور اُس کا امر و نہی عاقل و جاہل تک (برابر) پُہنچے۔ لہذا لازمی طور پر اس کو قائم مقام چاہئیں۔ تاکہ اطراف عالم میں (اس کا) یہ کام انجام دیں۔ اور چونکہ اُن میں سے ہر ایک میں اتنی طاقت نہیں ہو سکتی کہ اُن تمام امور کو جبراً منوالے۔ لہذا لازمی طور پر ایک سیاست کنندہ اور ایک زبردست طاقت والے کی ضرورت ہے۔ اس سیاست کنندہ اور زبردست طاقت والے کو ملک یعنی بادشاہ

کہتے ہیں اور اس نیابت کو بادشاہی پس بادشاہ نائب امام ہے۔ اور امام نائب پیغمبر اور پیغمبر نائب خدائے بزرگ وبرتر۔ فردوسی نے اس بارہ میں کیا خوب کہا ہے[۵] "یوں سمجھئے کہ بادشاہی اور پیغمبری ایک انگوٹھی پر دو نگینے ہیں"۔ اور خود سردار بنی آدم (یعنی محمد صلعم) فرماتے ہیں کہ "الدین والملک توامان"۔ دین اور ملک دو جڑواں بھائی ہیں۔ جو ظاہر و باطن میں ایک دوسرے سے مطلق کم وبیش نہیں۔ پس اس فیصلہ کے مطابق پیغمبری کے بعد کوئی بوجھ بادشاہی سے زیادہ بھاری نہیں۔ اور کوئی کام سلطنت سے زیادہ دشوار نہیں پس بادشاہ کے ہمنشین وہ لوگ ہونے چاہئیں کہ بندگانِ خدا کے معاملات اور ان کی بھلائی برائی کا انتظام اُن کے مشورہ اور رائے و تدبیر سے وابستہ ہو۔ اور اُن میں سے ہر ایک اپنے زمانہ کا بہترین اور بزرگ ترین شخص ہونا چاہئے۔ اب دبیر۔ شاعر۔ منجم اور طبیب بادشاہ کے خاص آدمی ہیں۔ اور ان کے بغیر چارہ نہیں۔ کیونکہ نظام سلطنت کا قیام دبیر سے ہے، اور نام کو بقائے دوام شاعر سے۔ معاملات کا نظام منجم سے ہے اور صحت جسمانی طبیب سے ہے۔ یہ چاروں دشوار کام اور شریف علم۔ علم حکمت کی شاخیں ہیں۔ دبیری اور شاعری علم منطق کی شاخیں ہیں۔ منجمی علم ریاضی کی شاخ ہے اور طبابت علم طبیعی کی۔ پس یہ کتاب چہار مقالوں پر مشتمل ہے:۔

پہلا۔ علمِ دبیری کی حقیقت اور دبیر ماہر کامل کی کیفیت کے بیان میں۔

دوسرا۔ علمِ شعر کی حقیقت اور شاعر کی صلاحیت کے بیان میں۔

تیسرا۔ علمِ نجوم کی حقیقت اور اس علم میں کمال منجم کے بیان میں۔

چوتھا۔ علمِ طب کی حقیقت۔ ہدایت طبیب اور اُس کی کیفیت کے بیان میں۔

پس حکمت کی جس قدر باتیں اِس کتاب کے لائق تھیں ہر مقالہ کے شروع میں بیان کی گئیں۔ اور اس کے بعد اُس باب کے نادرات اور اس مقالہ کے عجائبات میں سے

۵۔ یوں سمجھئے کہ شاہ و پیغمبر دو نگینے ہیں اِک انگوٹھی پر

عندلیب شادانی

جو باتیں اِس گروہ کو پیش آئی ہیں اس کے متعلق دس[۱] حکایتیں عجیب بیان کی گئیں۔ تا کہ بادشاہ پر واضح ہو جائے اور وہ جان لے کہ دبیری کوئی معمولی کام نہیں ہے اور نہ شاعری کوئی ادنیٰ مشغلہ ہے۔ اور نجوم ایک ضروری علم ہے اور طب ایک لازمی فن۔ اور عقلمند بادشاہ کے لئے یہ چاروں شخص دبیر۔ شاعر۔ منجم اور طبیب ناگزیر ہیں۔

مقالہ اوّل

قیاسات ۔ جمع قیاس۔ علم منطق کی اصطلاح میں قیاس کے معنی ہیں۔ امر کلّی سے امر جزئی پر حکم کرنا۔ اس کی پانچ قسمیں ہیں :۔

(۱) برہانی۔ وہ قیاس ہے جو یقینیات سے مرکب ہے۔

(۲) جدلی۔ وہ قیاس ہے جس کی ترکیب مشہورات و مُسلمات سے ہو۔

(۳) خطابی۔ وہ قیاس ہے جس کی ترکیب مقبولات اور مظنونات سے ہو۔

(۴) شعری۔ وہ قیاس ہے جس کی ترکیب مخیلات سے ہو۔

(۵) سفسطی۔ وہ قیاس ہے جس کی ترکیب وہمیات اور مشبہات سے ہو۔

منتفع ۔ بکسر فا۔ فائدہ دینے والا۔ اسم فاعل از انتفاع۔

محاورہ ۔ بضم میم و فتح واؤ۔ آپس میں بات چیت کرنا اور جواب دینا۔

استعطاف ۔ مہربانی چاہنا۔ دل ہاتھ میں لینا۔

اغرا ۔ بالکسر لالچ دینا۔ اُکسانا۔

احکام ۔ بالکسر مضبوط کرنا۔

وثائق ۔ جمع وثیقہ بمعنی عہدنامہ۔ عہد و پیمان۔

اِذکار ۔ بالکسر یاد دلانا۔

سوابق ۔ جمع سابق بمعنی گذرنے والا مراد گذشتہ۔

احریٰ ۔ بالفتح سزاوار تر۔

عرض ۔ بالکسر ناموس و آبرو۔

ثاقب ۔ بالکسر قاف۔ روشن و درخشاں۔

[۱] مُصنف نے جیسا کہ اس مقام پر وعدہ کیا ہے۔ ہر مقالہ میں دس نادر حکایتیں اُس باب کے متعلق بیان کی ہیں لیکن چوتھے مقالہ میں تمام مشہور نسخوں میں گیارہ اور قسطنطنیہ والے نسخہ میں جس سے ولایتی اڈیشن منقول ہے۔ بارہ حکایتیں درج ہیں ۱۲۔

حظّ - بالفتح وتشدید ظاء معجمہ بمعنی حصہ۔

اوفر - افعل التفضیل از وفر بمعنی زیادتی۔

مقادیر - جمع مقدار۔

حطام - بضم اوّل - بروزن غلام بمعنی ریزہ ریزہ - گھاس کا ریزہ - ہر چیز کا ریزہ مجازاً تھوڑا سا مالِ دنیوی - کیونکہ مالِ دنیا درجات آخرت کے مقابلہ ہیں یا انسان کے عوض ہیں جو کہ اشرف المخلوقات ہے وہی حیثیت رکھتا ہے جو ایک ریزہ کا خرمنِ غلّہ کے مقابلہ میں۔

مزخرفات - جمع مزخرف - بضم میم وفتح دوم و سکونِ خاء وفتح راء مہملہ و فاء آراستہ اور سونے کا ملمع کیا ہوا اور وہ جھوٹ جو کہ سچ کی طرح آراستہ کیا گیا ہو۔

اغماض - چشم پوشی - سہل انگاری۔

غرّہ - بالفتح وتشدید بمعنی فریفتہ ہونا۔

ترسّل - بفتحتین وضم سین مشدد - نامہ نویسی انشاء۔

مواضع - جمع موضع بمعنی مقام۔

نازل - اترنے والا - مراد پست - اسم فاعل از نزول۔

مراسم - جمع رسم و مرسوم بمعنی آئین۔

خامل - گمنام و فرومایہ اسم فاعل از خمول۔

مساق - بالفتح اسم ظرف از سوق - چلانے کی جگہ مراد انتشار۔

وقیعت - بالفتح بمعنی ملامت - پیٹھ پیچھے برا کہنا - چغلخوری۔

واحدة بواحدة الخ - ایک بدلے ایک اور ابتداً کرنے والا زیادہ ظالم ہے - عیسائیوں کا مسلک تو یہ ہے کہ اگر کوئی تمہارے ایک طمانچہ مارے تو تم دوسرا گال بھی اس کے آگے کر دو کہ ایک طمانچہ اس پر بھی مار دے۔ مگر مسلمانوں کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی تمہارے ایک طمانچہ مارے تو تم بھی اس کے ایک طمانچہ مار دو۔ اور یہ جائز ہے۔ مگر جس شخص نے پہلے طمانچہ مارا اس نے زیادتی کی۔

دستوری - بالفتح اجازت۔

ممر - بفتحتین و راء مشدد - راہ و گذرگاہ اسم ظرف از مرور۔

اقصا - دیکھو تحت لغات فصل دوم دیباچہ۔

التکبر مع المتکبر الخ - غرور مغرور کے ساتھ درست ہے۔

خیر الکلام الخ - بہترین کلام وہ ہے جو مختصر اور مفہوم پر دال ہو۔

مکثار - بالکسر - زیادہ گو۔

مہذار - بالکسر بیہودہ گو۔

اقتباس۔ بالکسر۔ آگ لے لینا۔ کیونکہ مصدر ہے ماخوذ از مادہ قبس بفتحتین بمعنی چنگاری نیز لفظ اقتباس بمعنی نور حاصل کرنا بھی آتا ہے۔ علم بدیع کی اصطلاح میں۔ قرآن یا حدیث کا کوئی ٹکڑا اپنی عبارت میں لانا اور اُس کی طرف سے کوئی اشارہ نہ کرنا۔

اخبار۔ جمع خبر۔ منقول از نبی یعنی حدیث نبوی۔

آثار۔ منقول از صحابہ جمع اثر۔ نیز بمعنی حالات۔

مناظرہ۔ بروزن بمعنی ملاحظہ۔

صحف۔ بضم اوّل و فتح ثانی یا بالضمتین۔ جمع صحیفہ بمعنی کتاب۔ اہل فارس نے بسکون ثانی بھی استعمال کیا ہے۔

نظامی۔ ع
گہ از صحف پیشینیاں درس گیر

صاحب۔ اسمٰعیل ابن عباد الرازی المقلب بہ کافی۔

قابوس۔ یہ بھی ترسل کا مضاف الیہ ہے یعنی ترسل قابوس شمگیر حاکم طبرستان جو ۴۰۳ھ (۱۰۱۲-۱۳ء) میں قتل ہؤا۔

البلعمی۔ ابو علی محمد البلعمی۔

احمد حسن۔ احمد ابن حسن میمندی وزیر غزنویہ۔

محمد منصور۔ غالباً محمد ابن منصور الحدّاد مُراد ہے۔

ابن عبّادی۔ غالباً ابو عاصم محمد ابن احمد العبّادی المتوفی ۴۵۸ھ (۱۰۶۶ء) مُراد ہے۔

نسیج وحدہ۔ بفتح نون و یائے معروف بمعنی بنا ہؤا۔ وحدہ بمعنی اکیلا۔ معنی ترکیبی عدیم النظیر۔ بے مثال۔ لاثانی۔

تشحیذ۔ تیز کرنا۔

صقال۔ بروزنِ وصال بمعنی صفائی۔

ترجمہ

دبیری کی حقیقت۔ دبیر کامل کی کیفیت اور اس فن کے متعلقات کے بیان میں

دبیری وہ فن ہے جو قیاسات خطابت و بلاغت پر شامل ہے۔ اور اُن خطابات میں کام آتا ہے جو لوگوں میں بطور بول چال مشورہ۔ دُشمنی۔ تعریف۔ مذمت۔ تدبیر۔ دلجوئی۔ برانگیختگی اعمال کو

بڑا کرکے دکھانے۔ اشغال کو چھوٹا ظاہر کرنے۔ معذرت اور خفگی کے اسباب پیدا کرنے۔ عہدوں کے
مضبوط کرنے۔ گذشتہ باتوں کے یاد دلانے اور ہر واقعہ میں نظم و ترتیب کلام کے اظہار میں
پیش آتے ہیں۔ تاکہ ہر بات بہتر اور مناسب طریقہ سے ادا کی جاسکے۔ لہذا دبیر کو بزرگ
اصل۔ شریف آبرو۔ باریک بین۔ غور رس اور روشن رائے ہونا چاہیئے۔ علم ادب اور اس کے
نتائج کا بڑا حصہ اور کامل بہرہ اس کے حصہ میں آیا ہو۔ اور قیاسات منطقی سے بھی ناواقف اور بیگانہ
نہ ہو۔ زمانہ کے لوگوں کے مراتب پہچانتا ہو اور اہل زمانہ کا اندازہ داں ہو۔ دُنیا کے حقیر مال
اور ظاہری زینت رکھنے والی چیزوں کی طرف مائل نہ ہو۔ غرض رکھنے والوں کی مذمت اور چشم پوشی
کرنے والوں کی تعریف پر توجہ نہ کرے اور (ان کی باتوں سے) فریب نہ کھا جائے مکاتبت
کے وقت مقامات پستی اور امور گمنامی سے اپنے آقا کی آبرو کو بچائے۔ دورانِ مکاتبت اور
اثنائے مراسلت میں ارباب عزّ و جاہ سے جھگڑا نہ کرے۔ اگرچہ اس کے آقا اور اس کے مخاطب
کے درمیان دُشمنی ہی کیوں نہ ہو۔ مگر وہ اپنے قلم کو روکے رکھے اور اس کی "تذلیل نہ کرے۔
لیکن جو شخص کہ اپنی حد سے متجاوز ہوگیا ہو اور جس نے حرمت کا قدم حشمت کے دائرہ سے
باہر نکال دیا ہو اس کی تذلیل کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ" جیسے کو تیسا (مُسلّم ہے) مگر ابتدا کرنے والا
زیادہ ظالم ہوتا ہے۔" آداب و القاب میں میانہ روی کا لحاظ رکھے۔ اور ہر شخص کو وہی القاب لکھے
جس کا وہ اپنے اصل و نسب ملک و سلطنت اور لشکر و خزانہ کے اعتبار سے سزاوار ہو لیکن جس
شخص نے اِس بارہ میں (یعنی حسب حیثیت تحریر میں) مضائقہ کیا ہو۔ غرور سے کام لیا ہو۔ جزئیات
امور میں فروگذاشت کی ہو یا اس درجہ کھل گیا ہو کہ عقل کے نزدیک اصول مکاتبت و مراسلت کے
مطابق و مناسب نہ ہو اس کے ساتھ مراسلت میں حفظ مراتب کی ضرورت نہیں بلکہ اس محل پر
دبیر کو اجازت و اختیار ہے کہ قلم اُٹھائے اور قدم بڑھائے۔ اور اس راستہ میں (یعنی مخاطب
کے ساتھ اظہار غرور میں) حدو انتہا کر دے۔ اِس لئے کہ کامل ترین انسان اور فاضل ترین بشر
(یعنی محمد صلعم ان پر خدا کی رحمت اور سلامتی ہو) نے فرمایا ہے کہ "مغرور کے ساتھ غرور درست ہے"
ہرگز ایسا نہ ہونے دے کہ میدان تحریر میں ہوائے خط و کتابت سے کسی قسم کا غبار اس کے آقا کے
دامن عزت پر بیٹھے۔ اور روشِ کلام میں وہ طریقہ اختیار کرے کہ الفاظ معانی کے تابع ہوں

اور کلام مختصر ہو جائے۔ کیونکہ فصحانِ عرب نے کہا ہے کہ "بہترین کلام وہ ہے جو مختصر اور مفہوم پر دال ہو"۔ اس لئے کہ جب معانی الفاظ کے ماتحت ہوں گے تو کلام طولانی ہو جائے گا۔ اور ایسا منشی زیادہ گو کہلاتا ہے (اور مثل مشہور ہے کہ "زیادہ گو بیہودہ گو") لیکن دبیر کا کلام (اُس وقت تک) اس درجہ پر نہیں پہنچتا جب تک کہ وہ ہر علم سے بہرہ ور نہ ہو۔ اور ہر اُستاد کے کچھ نکات یاد نہ کر لے اور ہر حکیم کے کچھ لطائف نہ سُنے اور ہر ادیب کی کچھ نادر باتیں اخذ نہ کرے۔ پس کلام آلہی و حدیث نبوی و حالات صحابہ و امثال اہل عرب و کلمات اہل فارس کے پڑھنے متقدمین کی کتابیں دیکھنے۔ متاخرین کی تصانیف مثلاً صاحب (اسمٰعیل ابن عباد) صابی اور قابوس کی "خط و کتابت"۔ حمادی۔ امامی اور قدامہ ابن جعفر کی "انشا"۔ الحریری بدیع (الزمان ہمدانی) اور (ابو بحر حمید الدین) کے "مقامات"۔ بلعمی۔ احمد حسن اور ابو نصر کندری کے "توقیعات"۔ محمد عبدہٗ۔ عبد الحمید اور سید الرؤسا کے "خطوط"۔ محمد منصور ابن عبادی اور ابن نسابۃ العلوی کی "مجالس" عربوں کے دیوانات میں سے "متنبی"۔ ابیوردی اور غزّی کے دیوان فارسی کلام میں سے رودکی کی غزلیات، فردوسی کی مثنوی اور عنصری کے مدحیہ قصائد کا مطالعہ کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے۔ کیونکہ جو لوگ ہم نے گنائے اُن میں سے ہر ایک اپنے فن میں فرد اور یکتائے زمانہ تھا جس منشی کے پاس یہ کتابیں ہوں اور وہ ان کا مطالعہ ترک نہ کرے تو وہ خیال کو اُجالتا ہے۔ دماغ کو جلا دیتا ہے۔ طبیعت کو چمکاتا ہے اور کلام کو بلند کرتا ہے اور اسی سے دبیر مشہور ہو جاتا ہے اور قرآن جانتا ہو تو ایک ہی آیت میں دُنیا بھر کی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاتا ہے۔ مثلاً اسکافی۔

حکایت۔ ۱

اسکافی۔ ابوالقاسم علی ابن محمد الاسکافی النیشاپوری۔

شواہق۔ بفتح شین و کسر ہا جمع شاہقہ۔ بلند مقامات۔

مضائق۔ بفتح میم و کسر ہمزہ جمع مضیق۔ تنگ جگہیں۔

نوح بن منصور یعنی نوح ثانی جو ۳۶۶ھ سے ۳۸۷ھ تک حکمران رہا۔ اگرچہ تمام نسخوں میں اس جگہ پر نوح بن منصور ہی ہے، مگر بظاہر یہ غلط معلوم ہوتا ہے۔ اسکی جگہ منصور بن نوح (یعنی منصور اوّل) چاہیئے

جو ۳۵۰ھ سے ۳۶۶ھ تک برسر
حکومت رہا ہے۔ کیونکہ البتگین نے
۳۵۲ھ یا ۳۵۴ھ میں وفات پائی
اور بقول ابن الاثیر اس کا سنہ بغاوت
۳۵۱ھ ہے اور اسکافی اس سے پہلے
مر چکا تھا۔

دیوان رسالت۔ محکمہ مراسلت۔
مُمیّز۔ بضم اوّل و فتح ثانی و تشدید تحتانی مکسور
و زار معجمہ بمعنی تمیز کرنے والا اور اچھے کو
بُرے سے جُدا کرنے والا۔ اسم فاعل
از تمیز۔
تفویض۔ سپرد کرنا۔
نوخاستگان۔ جمع نوخاستہ۔ ایسے اُمرا جنہیں
نیا نیا اعزاز حاصل ہُوا۔
استخفاف۔ بالکسر حقیر جاننا۔ تحقیر کرنا۔
تذلیل کرنا۔
عصیان۔ بالکسر لغوی معنی سخت ہو جانا۔
مگر مجازاً گناہ کو کہتے ہیں۔ کیونکہ آدمی
گناہ سے سخت دل ہو جاتا ہے۔ اس جگہ
بغاوت مُراد ہے۔
اِغرا۔ بالکسر بھڑکانا۔ اُکسانا۔
صعب۔ بالفتح دُشوار۔
وعید۔ دھمکی۔

مضروب۔ بروزن بمعنی مضمون۔
تہدید۔ دھمکی۔
داہییہ۔ بلا۔ مہم۔ نازک موقع۔
ضجر۔ بفتح اوّل و کسر جیم۔ دلتنگ۔ رنجیدہ۔
قاصی۔ بعید۔ باشندۂ دُور۔
تحویل۔ لوٹنا۔ واپس ہونا۔ داخل ہونا۔
مراحل۔ بروزن و معنی منازل۔ مرحلہ کی
جمع ہے۔
شیب۔ بالفتح۔ پیری۔ بُڑھاپا۔
بعث کردن۔ بالفتح۔ برانگیختہ کرنا۔ اُکسانا۔
ناقِض۔ توڑنے والا۔ اسم فاعل از نقض۔
ہادم۔ عمارت کو ڈھانے والا۔ اسم فاعل
از ہدم بالفتح۔
زعارت۔ سوءِ خلق۔ تندی مزاج۔ بفتح
زار معجمہ و رار مہملہ۔
یا نوح قد الخ۔ اے نوح تو نے ہم سے جھگڑا کیا
اور جھگڑے کو بہت طول دیا (اچھا)
اگر تو سچا ہے تو جس بات کی تو ہمیں دھمکی
دیتا ہے وہ کر دکھا۔
بر بدیہہ۔ فی الفور۔
متواری۔ بضم میم و فتح تا و کسر رار
چھپنے والا۔ اسم فاعل از تواری۔

ترجمہ

اسکافی آل سامان رحمہم اللہ کے دبیروں میں سے ایک دبیر تھا اور اپنے فن سے خوب واقف تھا۔ بلندیوں پر خوب پہنچتا اور مشکلات سے خوب عہدہ برا ہوتا۔ نوح بن منصور کے دیوان رسائل میں محرری کرتا تھا مگر اس کی قدر نہ پہچانی۔ اور اس کی فضیلت کے مطابق اس پر نوازش نہ کی لہذا وہ بخارا سے الپتگین کے پاس ہرات چلا گیا۔ الپتگین ایک نہایت دانشمند اور مردم شناس ترک تھا۔ اس نے اسکافی کی بہت عزت کی اور دیوانِ رسالت اس کے سپرد کر دیا۔ اسکافی کے دن پھرے۔ چونکہ دربار میں نئے اُمراء کو رسوخ حاصل ہو گیا تھا۔ یہ لوگ اُمرائے قدیم کی تحقیر کرتے تھے۔ الپتگین (کچھ دنوں تک تو) برداشت کرتا رہا۔ مگر آخر کار نوخاستہ کے ورغلانے سے (دربارِ شاہی میں) اس کی جو تحقیر ہوئی تھی اس کے باعث وہ بغاوت پر آمادہ ہو گیا۔ امیر نوح نے بخارا سے ابلستان کو لکھا کہ سبکتگین اس فوج کے ہمراہ آئیں۔ اور سیمجوری نیشاپور سے آئیں۔ اور الپتگین سے مصروف پیکار ہوں یہ جنگ نہایت معروف اور شدید معرکہ مشہور ہے۔ پس جب یہ فوجیں ہرات پہنچ گئیں۔ تو امیر نوح نے علی بن محتاج الکشانی ناظر دربار کو الپتگین کے پاس خط لیکر بھیجا جو آگ پانی کی طرح تھا۔ سراسر دھمکیاں۔ سراپا تہدید۔ صلح کی گنجائش نہ چھوڑی اور مصالحت کی راہ مسدود کر دی۔ جیسے کوئی رنجیدہ آقا دور سے ایسے محل اور ایسے نازک موقع پر اپنے خطاوار غلاموں کو لکھتا ہے۔ سارا خط اسی سے بھرا ہوا تھا کہ آتا ہوں اور چھین لوں گا اور مار ڈالوں گا جب جاجب ابو الحسن علی بن محتاج الکشانی نے خط پیش کیا اور پیغام کہا اور کوئی بات باقی نہ رکھی تو الپتگین آزردہ تو تھا ہی اور زیادہ آزردہ ہو گیا۔ جھلا اُٹھا اور بولا کہ (بیشک) میں اس کے باپ کا خادم ہوں۔ لیکن جس وقت میرا آقا عالم فانی سے عالم جاودانی کو سدھارا تو اُسے میرے سپرد کیا۔ مجھے اس کے سپرد نہیں کیا۔ اور اگرچہ حسب ظاہر مجھے اس کی فرمانبرداری کرنی چاہیئے۔ لیکن جب تم بات کی تہ کو نہ پہنچو گے تو نتیجہ اس کے برعکس نکلے گا۔ اِس لئے کہ میں بڑھاپا ہے اور اس کے جوانی کے دِن۔ جو لوگ اسے اس کام کے لئے اُکساتے ہیں وہ اس حکومت کے دُشمن ہیں۔ خیر اندیش نہیں۔ اور اس خاندان کے بیخ کن ہیں ہوا خواہ نہیں۔ اور نہایت برہمی کے ساتھ اسکافی کو ہدایت کی کہ خط کا جواب لکھنے وقت تذلیل و تحقیر میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھنا۔ اور میں چاہتا ہوں کہ

خط کی پُشت پر ہی جواب لکھو۔ پس اسکانی نے قلم بر داشتہ جواب تحریر کر دیا۔ پہلے لکھا "بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اے نوح تو نے ہم سے جھگڑا کیا اور جھگڑے کو بہت طُول دیا (اچھا) اگر تو سچّا ہے جس بات کی تو ہمیں دھمکی دیتا ہے وہ کر دکھا۔" جب امیر خراسان نوح بن منصور کے پاس خط پُہنچا تو اُس نے اس خط کو پڑھا اور نہایت متعجب ہُوا۔ اُمرائے دولت ششدر رہ گئے اور دبیروں نے اُنگلیاں دانتوں میں دبالیں۔ البتگین کا معاملہ یکسُو ہونے پر اسکانی روپوش ہو گیا۔ اور ڈرتا کانپتا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ نوح نے اس کے پاس آدمی بھیجا اور اُسے طلب کیا اور دبیری اس کے سپُرد کی۔ اسکانی کو سربلندی حاصل ہوئی۔ اور وہ اہل قلم میں ممتاز و مشہور ہو گیا۔ اگر وہ قرآن سے اچھی طرح واقف نہ ہوتا تو اس واقعہ میں اس آیت تک اس کی رسائی نہ ہوتی اور اس کا رتبہ اُس درجہ سے اس مرتبہ پر نہ پُہنچتا۔

حکایت ۔ ۲

متمکن۔ بکسر کاف مشدّد۔ جگہ یا مقام اختیار کرنیوالا اسم فاعل از تمکن۔

ماکان کوی۔ ان دو حکایتوں میں ترتیب سنین کی سخت برہمی ہے۔ ماکان کی بغاوت ۳۲۹ھ ۔ ۱۴۱ ۔ ۹۴۰ء کا واقعہ ہے۔ یعنی نصر ثانی بن احمد کی حکومت کے خاتمہ کے قریب جو البتگین کی بغاوت سے کہیں پہلے ہے۔

عصیان۔ دیکھو تحت لغات حکایت (۱)۔

ربقہ۔ بالکسر (رسّی کا) حلقہ۔

عمّال۔ بضم اوّل و تشدید میم۔ جمع عامل۔ حکام سرکاری کارندے۔

مضائق۔ دیکھو تحتِ لغات حکایت (۱)۔

پیروز۔ کامیاب۔

طراوت۔ تازگی۔

مشغول دل۔ پریشان خاطر۔

دیالمہ۔ جمع دیلمی۔ نامِ قوم۔

مُصرع۔ بضم میم و کسر رار مہملہ۔ پیک تیز رفتار۔

مُلَطَّفہ۔ بضم میم و فتح لام و فتح طار مہملہ مشدد بصیغہ اسم مفعول۔ نامۂ مختصر۔ رقعہ جو آسانی سے چُھپایا جا سکے۔ اور پوشیدہ طور پر لیجایا جا سکے۔

نُکت۔ بضم اوّل و فتح کاف جمع نکتہ۔ باریکیاں۔

رایات۔ جمع رایت بمعنی عَلَم۔
کُوس۔ بالضم۔ بڑا نقارہ۔ ڈھول۔
مُقدّمہ۔ بضم میم وکسر دال مشدد۔ پیش رونده۔
ہراول۔ یہاں محاذ جنگ مُراد ہے۔
عبر کردن۔ بالفتح عبور کرنا۔ گذرنا۔
حزم۔ کام میں ہوشیاری اور واقفیت استواری
مجازاً بمعنی احتیاط بھی مستعمل ہے۔
استناد۔ کسی کی پناہ میں آنا۔
دل انگیز۔ جرأت افزا اور جرأت مند دونوں
معنی ہو سکتے ہیں۔
مصاف۔ بالفتح جمع مصف۔ صف قائم کرنیکی جگہ
اگرچہ اسم ظرف ہے مگر مجازاً بمعنی جنگ و
مقام جنگ مستعمل ہے۔
گرگ پیر۔ نہایت تجربہ کار۔ گھاگ۔ گرگ باراں دیدہ۔

ابطال۔ بالفتح جمع بطل بمعنی دلیر۔
شداد۔ بالکسر جمع شدید بمعنی دلیر۔
وقائع۔ بالفتح۔ روئداد۔ احوال واخبارِ کارزار
جمع وقعہ بمعنی فتنہ وقتل۔ لہذا پہلے معنی
مجازی ہیں۔ اس لفظ کو واقع کی جمع
سمجھنا درست نہیں۔
ترفیہ۔ بالفتح وکسر فا۔ آرام پہنچانا۔ آسائش۔
ماکان۔ اگرچہ اسم علم ہے۔ مگر اس کے لغوی معنی
لئے گئے ہیں یعنی "ما" سے مُراد کلمۂ نفی
(جس طرح فارسی میں "نا" مثلاً ناروا اور
نازیبا اور ناکارہ وغیرہ ہیں) اور
"کان" سے مُراد صیغہ ماضی بمعنی "بُود"۔
پس "ماکان" کے مجموعی معنی "نابود"
ہوئے۔

ترجمہ

جب اسکافی کو وقار حاصل ہوا۔ اور امیر نوح بن منصور کی خدمت میں اس کے قدم جم گئے۔ ماکان ابن کاکویہ نے رے اور کوہستان میں بغاوت شروع کی اور حلقۂ اطاعت سے سر کھینچ لیا خوار اور سمنک میں اپنے عُمّال بھیج دیئے۔ کومش کے چند شہروں پر قابض ہو گیا۔ اور سامانیوں کا بھی کچھ خیال نہ کیا۔ نوح ابن منصور ڈرا اس لئے کہ ماکان ایک خوفناک اور قابل آدمی تھا۔ اور اس معاملہ کے سر انجام میں مصروف ہؤا۔ سپہ سالار تاش کو ساتھ ہزار سواروں کے ساتھ ماکان کو لڑنے کے لئے متعین کیا تاکہ جائے اور اُس فتنہ کو دبا وے اور اس دشوار مہم کو جس طرح مناسب سمجھے سر کرے۔ کیونکہ تاش نہایت عقلمند اور سمجھدار آدمی تھا۔ بیبا کانہ

مشکلات میں کود پڑتا اور ہوشیاری کے ساتھ نکل آتا۔ لڑائی میں فتحیاب رہتا اور کبھی کسی معاملہ میں بے نیل مرام واپس نہ ہوا تھا۔ اور جنگ میں کبھی شکست نہ کھائی تھی۔ جب تک وہ زندہ رہا۔ سامانیوں کی حکومت نہایت رونق پر رہی اور وہ حد درجہ سرسبز رہے پس اس معاملہ میں امیر نہایت متفکر و متردد تھا۔ کسی کو بھیجا اور اسکافی کو بلایا۔ اور تخلیہ میں اُس سے کہا کہ میں اس واقعہ سے نہایت پریشان ہوں اِس لئے کہ ماکان نہایت دلاور آدمی ہے۔ اور شجاعت و مردانگی کے ساتھ ہی ساتھ قابلیت اور سخاوت بھی رکھتا ہے۔ دیلمیوں میں اُس جیسے بہت کم ہوتے ہیں۔ تم تاش کے ساتھ مل کر کام کرنا۔ اور اس موقع پر اگر فوج کشی میں اُس سے کوئی بات رہ جائے تو تم اُسے جتلا دینا۔ میں خود نیشاپور میں پڑاؤ کروں گا تاکہ پیچھے سے فوج کو مدد پہنچ سکے اور دشمن کا دل ٹوٹ جائے۔ ہر روز ایک مختصر خط تیز رفتار قاصد کے ہاتھ مجھے بھیجتے رہنا جو واقعات پیش آئے ہوں اُن کا ماحصل اس خط میں درج کر دیا کرنا تاکہ مجھے تسلی رہے۔ اسکافی تعظیم بجا لایا اور عرض کیا کہ ارشاد کی تعمیل کروں گا۔

پس دُوسرے دن تاش نے علم کھولے۔ نقارہ بجایا اور بخارہ سے محاذ جنگ کو روانہ ہو گیا اور اپنے سات ہزار سواروں سمیت دریائے جیحوں کے پار اُتر گیا۔ اور امیر باقی فوج کے ہمراہ تاش کے پیچھے پیچھے نیشاپور پہنچا۔ اور تاش کو اور فوج کو خلعت دیا۔ تاش کوچ کر کے بیہق میں داخل ہوا اور کومش میں جا نکلا۔ اور مضبوط ارادہ اور نہایت ہوشیاری کے ساتھ رے کی طرف متوجہ ہوا۔ ماکان دس ہزار زرہ پوش فوج لئے رے کے دروازہ پر جا پڑا تھا اور رے کو قائمۂ لشکر بنایا تھا۔ یہاں تک کہ تاش پہنچ گیا اور شہر سے گذر کر ماکان کے مقابل میں پڑاؤ کیا۔ قاصد آئے گئے مگر کچھ طے نہ ہوا۔ اِس لئے کہ ماکان اس دلاور فوج کے بل پر جو اس نے جا بجا سے فراہم کی تھی مغرور ہو گیا تھا۔ آخر یہی ٹھہری کہ لڑائی ہو۔ تاش بڑا پرانا گھاگ تھا۔ چالیس سال سپہ سالاری کی تھی۔ اور اس قسم کے واقعات بہت دیکھے تھے۔ ایسی تدبیر کی کہ جب دونوں لشکر مقابل ہوئے اور ماوراء النہر و خراسان کی فوجوں کے تیغ آزما قلب لشکر سے چلے تو ماکان کی آدھی فوج مصروف پیکار ہوئی۔ اور باقی نے جنگ نہ کی۔ ماکان مارا گیا۔ تاش جب لُوٹ مار اور گرفتاری سے فارغ ہوا۔ تو اسکافی سے مخاطب ہو کر

کہا کہ پہلے (نامہ بر) کبوتر بھیجنا چاہیئے۔ تاکہ اس کے پیچھے پیک تیز پے روانہ کیا جائے مگر کل رودادِ کارزار ایک ہی جملہ میں اس طرح ادا کرنی چاہیئے کہ تمام حالات کو ظاہر کر دے اور کبوتر لیجا بھی سکے۔ اور مُدعا حاصل ہو جائے۔ پس اسکافی نے دو انگل کاغذ لیا اور لکھا "اما ماکان فَصار کاسمِہ۔ والسّلام" اس "ما" سے کلمہ نفی مُراد لیا اور "کان" سے فعل ماضی جس کی فارسی یہ ہوئی کہ "ماکان" اپنے نام کی طرح ہو گیا یعنی نابود ہو گیا۔ جب یہ کبوتر نوح بن منصور کے پاس پہنچا تو وہ اس فتح سے اِتنا متعجب نہ ہُوا جتنا کہ اس لفظ سے۔ اسکافی کی آسودہ حالی کے سامان بڑھائے اور کہا کہ ایسے شخص کو فارغ البال رہنا چاہیئے تاکہ ایسی باریکیاں پیدا کرے۔

حکایت ۳

مرفہ۔ بضم میم و فتح رائے مہملہ و تشدید فاء مفتوح۔ آسودہ حال۔

سہام۔ بالکسر جمع سہم بمعنی تیر۔

متلاشی۔ پریشان۔ ابتر۔ معدوم۔ ماخوذ از لاشے اس لفظ کو تلاش سے ماخوذ سمجھکر جوینده (ڈھونڈھنے والا) معنی لینا محض غلط ہے۔

ثمین۔ بالفتح بیش قیمت۔

ماءِ معین۔ ماء بمعنی پانی معین بفتح میم و کسر عین مہملہ اسم مفعول از عین بمعنی پانی کا بہنا۔ پس ماءِ معین۔ بہتا پانی جو پاک و صاف ہو۔

سیلان۔ بالکسر۔ روانی۔

منفعل۔ بضم میم و کسر عین مہملہ۔ متاثر۔ اثر پذیر اسم فاعل از انفعال۔

رُجحان۔ بالضم و تقدیم جیم بر حا حطی۔ برتری ترجیح۔

قُل ھو اللہ الخ۔ سورۃ قل ھو اللہ میں توحید باری کا بیان ہے جس سے زیادہ تر اہم بالشان اِسلام میں کوئی امر نہیں اور یہ اِسلام کی امتیازی خصوصیت ہے اور سورۃ تبّت یدا میں آنحضرت صلعم کے کافر چچا ابی لہب کا ذکر ہے جس نے آنحضرت صلعم کی پُشت مبارک پر پتھر مارا تھا جس پر یہ سُورۃ نازل ہوئی کہ "ہلاک ہو جیو ہاتھ ابی لہب کے الخ" ظاہر ہے کہ ان دونوں سُورتوں کے مضامین میں غایت درجہ کا فرق مراتب ہے۔

غوغا۔ بالفتح۔ بمعنی شور و فریاد۔ یہاں مُراد جھنجٹ۔ کشمکش ہے۔
مایحتاج۔ بضم یائے تحتانی۔ جس کی ضرورت ہو مُراد معاش۔ دراصل "مایحتاج الیہ" تھا مگر استعمال میں "الیہ" کو جو "مایحتاج" کا صلہ ہے حذف کر دیتے ہیں۔
ترفیہ۔ دیکھو تحت لغات حکایت (۲)
غور۔ بالفتح۔ گہرائی۔

ترجمہ

جو فن کہ غور و فکر سے تعلق رکھتا ہے اس فن والے کو فارغ البال اور آسودہ حال ہونا چاہیئے اِس لئے کہ اگر اس کے خلاف ہوگا تو اس کی فکر کا تیر خطا ہو جائے گا اور صحیح نشانہ پر نہ بیٹھے گا۔ کیونکہ جمعیت خاطر کے بغیر ایسے کلمات تک پہنچ محال ہے۔ کہتے ہیں کہ خلفائے عباسیہ رضی اللہ عنہم کا ایک دبیر مصر کے بادشاہ کو خط لکھ رہا تھا۔ دلجمعی کے ساتھ فکر کے دریا میں غرق۔ بہتے پانی اور انمول موتی جیسے کلمات سجا رہا تھا۔ یکایک اس کی لونڈی آئی اور کہا کہ "آٹا نہیں رہا" دبیر اس قدر پراگندہ خاطر ہوا اور اس کے خیالات ایسے مُنتشر ہوئے کہ وہ پروانہ کلام اس کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ اور اس درجہ متاثر ہوا کہ خط میں لکھ دیا "آٹا نہیں رہا"۔ چنانچہ اس خط کو تمام کر کے خلیفہ کے پاس بھیج دیا۔ اور یہ کلمہ جو لکھ دیا تھا اس کی اُسے مطلق خبر نہ تھی۔ جب وہ خط خلیفہ کے پاس پہنچا اور خلیفہ نے پڑھا اور اس جُملہ پہ پہنچا تو حیران رہ گیا۔ اس کی سمجھ میں اس جُملہ کے معنی ہی کچھ نہ آئے۔ اِس لئے کہ نہایت بے جوڑ تھا۔ آدمی بھیج کر دبیر کو بُلایا اور وہ کیفیت اُس سے پُوچھی۔ دبیر شرمندہ ہوا اور سچ سچ وہ واقعہ بیان کر دیا۔ خلیفہ نہایت متعجب ہوا اور کہا کہ اس خط کے ابتدائی حِصّہ کو اس کے آخری جز و پر وہی فضیلت و ترجیح حاصل ہے جو سورۃ قُل ہو اللہ کو سورۃ تبّت یدا پر۔ تم ایسے ادیبوں کے دل کو معاش کی کشمکش میں مُبتلا کرنا افسوس کی بات ہے۔ اور اس کی آسُودہ حالی کے ایسے ایسے سامان مُہیّا کئے کہ پھر ویسا کلمہ ہرگز اُس کے کان تک نہ پُہنچا۔ لازمی طور پر اس کا نتیجہ یہ ہؤا کہ وہ دبیر دو لفظوں میں دو عالم کے معانی پیدا کر دیا کرتا تھا۔

حکایت ۴

صاحب اسمٰعیل۔ دیکھو تتمہ حاشیہ نمبر (۲)۔
وزیر شہنشاہ بود۔ شہنشاہ سے مقصود یا موید الدولہ دیلمی یا اُس کا بھائی فخر الدولہ۔ مگر یہ تعبیر ناقص ہے اِس لئے کہ شہنشاہ دونوں میں سے ایک کا بھی مخصوص لقب نہ تھا کہ اُس پر اِس لفظ کا اطلاق ہو سکے۔
رازی۔ باشندۂ رے۔
ترسل۔ بضم سین مہملہ مشدّد۔ نامہ نویسی۔ انشا۔
عدلی مذہب۔ معتزلی۔ معتزلہ خود کو عدلیہ کہتے کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ چونکہ خدا حکیم ہے اور حکیم سے صرف عمل خیر ہی صادر ہوتا ہے۔ اور از روئے عقل بندوں کی مصلحت کا لحاظ اس پر واجب ہے لہٰذا اس کے لئے یہ بات نہایت نازیبا ہے کہ بندہ کو کسی اچھے یا بُرے کام پر مجبور کرے اور پھر اس کی جزا و سزا دے اس کا نام اُنہوں نے عدل رکھا ہے برخلاف اشعریہ کے جو کہتے ہیں کہ از روئے عقل خدا پر کچھ بھی واجب نہیں ہے۔ وہ مختار مطلق ہے جو چاہے سو کرے۔ اگر اپنے تمام بندوں کو جنت میں بھیج دے یا دوزخ میں ڈالدے تو بھی اُس نے ظلم یا ناانصافی نہیں کی۔
متنسک۔ بضم میم و فتح تار فوقانی و فتح نون و کسر سین مہملہ مشدّد بمعنی پرہیزگار۔ اسم فاعل از تنسک بفتحتین و ضم سین مشدّد۔
خصمی۔ دشمنی۔ یہاں مُراد مخالفت حکم اِلٰہی یعنی معصیت۔ گناہ۔
خدم۔ بفتحتین۔ جمع خادم۔
حشم۔ جمع حشمت۔ بروزن و معنی خدم۔
عُمّال۔ دیکھو تحت لغات حکایت (۲)۔
نسک۔ بالضم عبادت۔ ریاضت۔ پرہیزگاری۔
راسخ۔ استوار۔
ثقات۔ بالکسر۔ جمع ثقہ بمعنی مرد معتمد۔
ستد۔ بکسر اوّل و فتح ثانی صیغۂ ماضی از مصدر ستدن مرادفِ گرفتن۔ اس مصدر سے ماضی کے سوا دیگر افعال کا اشتقاق نہیں ہوتا۔ بعض اوقات لوگوں کو دھوکا ہو جاتا ہے کہ "ستد" مضارع کا صیغہ ہے۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ ماضی کا ماقبل آخر اور آخر ہر دو

ساکن ہوا کرتے ہیں۔ اور مضارع کا ماقبل آخر مفتوح ہوتا ہے۔ مگر زد آمد اور رستاد میں خلاف قیاس ماضی کا ماقبل آخر بھی مفتوح ہے۔	مُستنکر۔ بضم اوّل وکسر کاف۔ ناگوار۔ بد۔ زشت اسم فاعل از استنکار۔ حالی۔ بیائے معروف فوراً۔ بلغا۔ بضم اوّل وفتح ثانی جمع بلیغ۔ ایجاز۔ اختصار۔

ترجمہ

صاحب اسمٰعیل بن عباد المقلب بہ کافی ساکن رے شہنشاہ کا وزیر تھا اور فاضل کامل تھا۔ اس کی انشا اور شاعری اس دعویٰ کے دو منصف گواہ اور دو سچے پنچ ہیں۔ مذہباً وہ معتزلی تھا اور معتزلی نہایت پرہیزگار اور متقی ہوتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ جائز ہے کہ ایک مومن ذراسی معصیت کی پاداش میں ہمیشہ دوزخ میں رہے۔ اس کے بہت سے نوکر چاکر اور کارندوں کا بھی وہی مذہب تھا جو اس کا تھا۔ شہر قم میں صاحب ہی کا مامور کیا ہوا ایک قاضی تھا۔ جس کے زُہد و تقویٰ کا صاحب نہایت معتقد تھا۔ حالانکہ یکے بعد دیگرے سبھی نے اس کے خلاف بیان کیا مگر صاحب کو اعتبار نہ آتا تھا۔ یہاں تک کہ قم کے دو ثقہ اور معقول آدمیوں نے بیان کیا کہ جس وقت فلاں فلاں کے درمیان جھگڑا تھا تو قاضی نے پان سو دینار رشوت لی تھی۔ صاحب کو یہ بات دو وجہ سے نہایت ناگوار گذری۔ اول تو کثرتِ رشوت کے باعث دُوسرے قاضی کی جرأت اور بے دیانتی کے سبب۔ فوراً قلم اُٹھا کر لکھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اے قاضیٔ قم! ہم نے تجھے معزول کیا جا اپنا راستہ لے۔ فضلا جانتے ہیں اور بلغا سمجھتے ہیں کہ یہ کلمات بحیثیت اختصار و فصاحت کس پایہ کے ہیں۔ لازمی طور پر اُس وقت سے فصحا و بلغا اس کلمہ کو دلوں پر لکھتے ہیں اور جانوں پر نقش کرتے ہیں۔

حکایت ۵

اعمال۔ بالفتح مجازاً بمعنی دیہات و پرگنات مستعمل ہے۔	جلد۔ بالفتح چُست و چالاک۔ کسوب۔ کماؤ۔

زعری - بالفتح شریر۔
رفع - حاکم کے پاس شکایت لے جانا۔
تظلم - بفتح اول وضم لام مشدد - فریاد کرنا۔
دست داشتن - کسی کام میں مہارت رکھنا۔
لجاج - بالفتح جھگڑا۔
ابرام - بالکسر رنجیدہ کرنا۔ تنگ کرنا۔ اصرار کرنا۔
مراغہ - بالفتح خاک میں لوٹنا۔ نیز وہ جگہ جہاں چوپائے خاک میں لوٹتے ہیں۔
معارف - جمع معرف یعنی معزز وسرآوردہ۔
زعارت - دیکھو تحت لغات حکایت (۱)۔
جلادت - بفتح جیم ودال مہملہ مفتوح - دلیری جسارت۔
تزویر - بالفتح دھوکہ۔
تمویہ - بروزن تزویر - مکر وفریب - خوشامد۔
عوارض - بالفتح جمع عارض بمعنی لاحق یہاں مراد متفرق ٹیکس ومحصولات۔
مصون - بفتح میم وضم صاد مہملہ وسکون واؤ بمعنی محفوظ۔
مقصور - منحصر۔
پار - سال گذشتہ۔
حیاطت - بالکسر نگہبانی۔
ثغر - بالفتح - سرحد مابین ملک کفار واہل اسلام۔
مزلزلی - بضم میم وفتح زا معجمہ وسکون لام وکسر زا معجمہ دوم - غیر مستقل ماخوذ از تزلزل۔
مواضعت - املاک۔
مستاصل - بضم میم وفتح صاد مہملہ جڑھ سے اکھیڑا ہوا۔ مراد برباد وتباہ۔ اسم مفعول از استیصال۔
معمورہ - پُر - خزانہ معمورہ سے مراد خزانہ شاہی۔
بسندہ - بروزن روندہ - کفایت۔ بس - کافی۔
خُراج - بضم اول وفتح ثانی - زخم جو بدن میں ہو جاتا ہے۔
ریش ہزار چشمہ - مراد ناسور۔

ترجمہ

سند تواریخ غزنیں کے مضافات میں ایک شہر لمغان ہے۔ اس زمانہ میں کفار اور لمغانیوں کے درمیان ایک اونچا پہاڑ حدِ فاصل ہے۔ کفار کے دھاوؤں اور چھاپوں سے لمغانی ہمیشہ خوفزدہ رہتے ہیں۔ مگر وہ جرتیلے - پھرتیلے اور کماؤ ہوتے ہیں اور جفاکش ہونے کے ساتھ ہی ساتھ شریر بھی پرلے سرے کے ہوتے ہیں حتیٰ کہ من بھر بھوسہ یا ایک انڈے کے لئے اپنے عامل کی شکایت کرنے سے نہیں جھجکتے۔ بلکہ اس سے کم کے لئے بھی وہ ایسا کرتے ہیں۔ کہ فریادی بن کر غزنیں

آتے ہیں۔ مہینہ دو مہینے وہاں ٹھہرتے ہیں اور مطلب پورا ہوئے بغیر نہیں پلٹتے۔ مختصر یہ کہ بڑے جھگڑالو اور ہٹی ہوتے ہیں یمین الدولہ سلطان محمود کے زمانہ میں (خدا اُس کی دلیل کو روشن کرے) ایک رات کفار نے ان پر چھاپہ مارا اور انہیں ہر طرح کا نقصان پہنچا۔ وہ تو خود ہی بغیر خاک کے زمین میں لوٹتے تھے۔ جب یہ واقعہ ہوا تو چند معزز اور سربرآوردہ آدمی دربار غزنیں میں حاضر ہوئے۔ پھٹے کپڑے۔ ننگے سر۔ روتے پیٹتے غزنیں کے بازار میں داخل ہوئے اور بادشاہ کی درگاہ میں پہنچکر نالہ و زاری کی اور اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا کہ پتھروں کو بھی ان پر رونا آگیا۔ اور ابھی ان کی یہ شرارت و گستاخی اور مکر و فریب ظاہر نہ ہوا تھا کہ خواجۂ بزرگ احمد حسن میمندی کو اُن پر رحم آگیا اور اس سال کی مالگذاری انہیں معاف کر دی اور دیگر محصولات بھی چھوڑ دیئے اور کہا کہ واپس جاؤ۔ کوشش زیادہ کرو اور خرچ کم۔ تاکہ اگلے برس کے شروع تک اپنی پچھلی حالت پر آجاؤ۔ لمغانی نہایت خوش خوش لوٹ گئے اور اس سال آرام سے بسر کی اور (محصول کے نام سے) پانی بھی کسی کو نہ دیا۔ جب سال ختم ہوا تو وہی لوگ پھر آئے اور خواجہ کی حضور میں اپنی عرضداشت پیش کی۔ جس کا ماحصل یہ تھا کہ پچھلے سال حضور والا نے اپنے لطف و کرم سے ہماری ولایت کو آراستہ کیا تھا اور اپنی حفاظت و حمایت سے اس کی نگہبانی کی تھی۔ لمغان والے اس نوازش و عنایت سے اپنی پہلی حالت پر آگئے اور اتنے ہوگئے کہ سرحد پر ٹھہر سکتے ہیں۔ مگر چونکہ ابھی جمے نہیں ہیں اس بنا پر ہمیں اندیشہ ہے کہ اگر اس سال مالگذاری مانگی گئی تو بعض لوگ بالکل تباہ ہو جائیں گے۔ اور اس خلل کا اندیشہ خزانہ شاہی پر پڑے گا۔ خواجہ احمد حسن نے پھر مہربانی کی اور دوسرے سال کی مالگذاری بھی معاف کر دی۔ اس دو سال میں لمغان والے دولتمند ہو گئے۔ مگر انہوں نے اسی پر بس نہ کر کے تیسرے سال بھی لالچ کیا کہ شاید (خواجہ اس مرتبہ بھی) معاف کر دے۔ وہی جماعت پھر حاضر دربار ہوئی اور عرضداشت پیش کی۔ ساری دنیا کو معلوم ہو گیا کہ لمغان والے حق پر نہیں ہیں۔ خواجۂ بزرگ نے عرضداشت کو اُلٹ کر اس کی پشت پر لکھدیا کہ "اَلْخَرَاجُ خَرَاجٌ اَدَاؤُہٗ دَوَاؤُہٗ" یعنی مالگذاری ایک ناسور ہے۔ اس کی ادائیگی ہی اس کا علاج ہے۔ اُس بزرگ کے زمانہ سے یہ بات ضرب المثل ہو گئی اور بہت سے موقعوں پر کام آئی۔ خدا کرے خاکِ قبر

اس بزرگوار کو راحت پہنچائے۔

حکایت ۶

خواجگان۔ جمع خواجہ بمعنی وزیر۔

شگرف۔ بکسر اوّل و فتح ثانی محتشم۔ عجیب۔

برامکہ۔ بفتح اوّل و کسر میم و فتح کاف۔ جمع برمکی۔ برمک ایک آتش پرست تھا جو بلخ کے آتشکدہ نوبہار میں آگ جلانے کی خدمت پر مامور تھا۔ وہ بعد میں مسلمان ہو کر بغداد میں آیا۔ اور اس کا بیٹا خالد خلیفہ منصور بن سفاح کا وزیر ہو گیا۔ بعد ازاں خالد کے بیٹے، پوتے وزیر ہوتے رہے۔ یہ لوگ برامکہ کہلاتے ہیں مگر چونکہ یحییٰ بن خالد اور اس کے بیٹے فضل و جعفر سخاوت و فیاضی میں شہرۂ آفاق تھے۔ اس لئے اکثر اس لفظ سے اُمرائے ذی شان و سخاوت پیشہ مُراد ہوتے ہیں۔

صلات۔ بالکسر جمع صلہ بمعنی عطیہ و انعام۔

ذوالریاستین۔ اس مقام پر دونوں بھائیوں کو خلط ملط کر دیا ہے۔ اس لئے کہ بُوران زوجۂ مامون حسن بن سہل کی بیٹی تھی اور ذوالریاستین اس کے بھائی فضل بن سہل کا لقب تھا۔

خطبت۔ بالکسر زن خاستن پیغام شادی۔

شعار۔ بالکسر۔ وہ کپڑا جو دُوسرے کپڑے کے نیچے پہنتے ہیں یعنی ایسا کپڑا کہ بدن سے مِلا رہے۔ مثلاً قبا۔ مجازاً طریقہ کو بھی کہتے ہیں۔

اقبال۔ قبول کرنا۔

معدنی۔ سُرخ رنگ کا ایک بیش قیمت کپڑا۔

ملکی۔ ایک قسم کا گرانبہا کپڑا۔

طمیم۔ علاّمہ قزوینی اور پروفیسر براؤن صاحب کو اِس لفظ کی تحقیق نہ ہو سکی اُستاذی المعظم حضرت شاداں بلگرامی سے معلوم ہوا کہ دراصل طمیم کوئی لفظ نہیں۔ صحیح لفظ مُنمَنم بضم اول و فتح ہر دو نون ہے۔ کاتبوں کی اِصلاح سے اس کی یہ صُورت ہو گئی ہے منمنم ایک قسم کا گرانبہا ریشمی کپڑا ہے۔ دُرّۃ النادرہ میں بھی یہ لفظ بصورت جمع (منمنات) استعمال ہوا ہے۔

نسیج۔ ایک قسم کا زرتار حریر۔

ممزج - بصیغہ اسم مفعول - بروزن مقدس وہ کپڑا جو سونے اور کسی اور چیز کے تاروں سے ملا کر بُنا گیا ہو۔

مقراضی - ایک قسم کا بیش بہا کپڑا۔

اکسون - بکسر اوّل و ضم سین مہملہ دیبائے سیاہ۔

بہار - ایک بُت خانہ کا نام - بہار کے اور بھی کئی معنی ہیں مگر یہاں یہی معنی زیادہ چسپاں معلوم ہوتے ہیں۔

مُجصص - گچ کاری کیا ہوا - اسم مفعول از جص۔

ایزار - ایزارہ بروزن بیچارہ کا مخفف ہے چینی کی اینٹیں جسے انگریزی میں ٹائل کہتے ہیں۔

خُرّم - بالضم و ثانی مشدد مفتوح بمعنی تازہ و سیراب۔

خانہ واری - بمقدار خانہ یعنی اتنی بڑی جو مکان یا کمرہ کی لمبائی چوڑائی کے مطابق ہو اور پُورے فرش پر بچھ سکے۔

حصیر - چٹائی۔

از شوشۂ زر کشیدہ - سونے کے تاروں سے بنی ہوئی۔

ترصیع - کسی چیز میں جواہرات جڑنا۔

غاتفر - بسکون تار فوقانی و فتح فا رسمرقند کے ایک محلہ کا نام ہے (سراج ورشیدی)

ترکستان کے ایک حسن خیز شہر کا نام ہے (الطائف)۔

جزع - بفتح اوّل و سکون ثانی بمعنی مہرہ سلیمانی جو سفید و سیاہ ہوتا ہے اور آنکھ سے مشابہت رکھتا ہے۔

عبہر - بفتح اوّل و ثالث - وہ نرگس جو درمیان سے زرد ہو۔

بساط - فرش۔

خلال - بالکسر - درمیان - دو چیزوں کے درمیان کا فاصلہ۔

چند - بمقدار۔

استوار - بالکسر - برابر ہونا - ہموار ہونا۔

تدویر - گھمانا یہاں مُراد گول ہونا یعنی گولائی۔

دُرر - بضم اوّل و فتح دوم جمع دُر بمعنی موتی۔

مَشعُوف - بعین مہملہ مضموم شیفتہ و دل رفتہ اسم مفعول از شعف بمعنی عشق۔

استیلا - غلبہ۔

حالتے کہ بزناں مخصوص ست واقع شد یعنی حیض جاری ہو گیا - کتاب الکنایہ والتعریض - تالیف الثعالبی جس کا ایک قلمی نسخہ برلن کے کتب خانہ میں موجود ہے اور جو چہار مقالہ سے تقریباً ڈیڑھ سو سال قبل کی تصنیف ہے

اس میں یہ حکایت بالاختصار موجود ہے اس کی اصل عبارت یہ ہے:۔
"ویروی اَنّ بوران بنت الحسن بن سهل لما زُفّتْ الی المامون حاضت من هیبة الخلافة فی غیر وقت الحیض۔ فلمّا اخلا بها المامون ومدّ یده الی تکتها قرات اتٰی اَمرُ اللهِ فلاتستعجلوه۔ ففطن بها

وتعجب من حسن کنایتها واز داد اعجاباً بها"
وجنات۔ بفتحات ہرسہ اوّل جمع وجنہ بمعنی رخسارہ۔
اتی امر اللّٰہ الخ۔ آیا حکم خدا کا پس اس میں جلدی نہ کرو۔
خواست کہ اُو را غشی افتد یعنی بیہوش ہوا چاہتا تھا مُراد یہ کہ قریب تھا کہ بیہوش ہو جائے۔

ترجمہ

خلفائے عباسیہ رضی اللہ عنہم کے عہد حکومت میں بڑے بڑے نادر الوجود وزراء بر روئے کار آئے۔ چنانچہ برمکیوں کا حال تو مشہور ہی ہے کہ اُن کے صلے اور بخششیں کس پایہ اور کس حیثیت کی تھیں۔ حسن سہل ذوالریاستین اور اس کے بھائی فضل کا مرتبہ تو آسمان سے بھی بلند تھا۔ یہاں تک کہ مامون الرشید نے فضل کی بیٹی کی خواستگاری اور شادی کا پیغام دیا۔ وہ لڑکی انتہا درجہ کی حسین اور اعلیٰ درجہ کی قابل تھی۔ طے یہ پایا کہ ماموں دُلہن کے گھر جائے۔ مہینہ بھر تک وہاں ٹھہرے اور مہینہ بھر بعد دُلہن سمیت اپنے گھر واپس آئے۔ جو دن کہ جانے کے لئے مقرر تھا۔ ماموں نے چاہا کہ حسب دستور اُس روز نفیس پوشاک پہنے۔ اور ماموں ہمیشہ سیاہ لباس پہنا کرتا تھا۔ لوگ خیال کرتے تھے کہ سیاہ لباس اس لئے پہنتا ہے کہ وہ عباسیوں کا مخصوص رنگ ہے۔ حتیٰ کہ یحییٰ بن اکثم نے ایک روز پُوچھا "کیا سبب ہے کہ امیر المؤمنین سیاہ لباس کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں۔ ماموں نے قاضی امام (یعنی یحییٰ بن اکثم) سے کہا کہ کالے کپڑے مُردوں اور زندوں کا لباس ہے۔ کیونکہ کسی عورت کو سیاہ لباس پہنا کر دُلہن نہیں بناتے۔ نہ کسی مُردہ کو کالا کفن دے کر دفناتے ہیں۔ یحییٰ ان جوابوں سے متعجب ہوا۔ پس اس روز ماموں نے خواہش کی کہ توشہ خانے مُلاحظہ کرائے جائیں۔ اطلس اور معدنی اور ملکی اور منمنم اور نسیج اور ممزج اور مقراضی اور اکسون کی ہزاروں

قباؤں میں سے ایک بھی پسند نہ کی اور لباسِ سیاہ ہی پہن لیا اور سوار ہو کر دُلہن کے گھر کا رُخ کیا۔ اُس روز فضل نے اپنا گھر ایسا سجایا تھا کہ بڑے بڑے لوگ حیران رہ گئے۔ نفیس و نادر چیزیں اس قدر اکٹھی کی تھیں کہ اِنسان اس کے بیان اور تعریف سے قاصر تھے۔ ماموں جب مکان کے دروازہ پر پہنچا تو ایک پردہ آویزاں دیکھا۔ بُت خانہ چین سے زیادہ خوبصورت اور شعار دین سے زیادہ نفیس۔ اس کے نقش دل میں کُھبے جاتے تھے۔ اور اس کا رنگ رُوح میں سمایا جاتا تھا۔ اپنے درباریوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ اُن ہزار قباؤں میں سے آج مَیں جو قبا بھی پہنتا یہاں ضرور شرمندہ ہوتا۔ الحمد للہ شُکر ہے کہ مَیں نے لباسِ سیاہ ہی پر قناعت کی فضل نے اُس روز جو جو تکلفات کئے تھے اُن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ جب ماموں گھر میں پہنچا۔ تو اُس نے (یعنی فضل نے) موتیوں کی وضع کی مومی گولیوں سے ایک طباق بھر رکھا تھا۔ ہر گولی کا محیط فندق کے برابر تھا۔ ہر ایک میں کاغذ کا ایک پُرزہ تھا جس پر ایک گاؤں کا نام لکھا ہوا تھا۔ اُن گولیوں کو اُس نے ماموں کے قدموں میں بکھیر دیا۔ ماموں کے آدمیوں میں سے جسے وہ موم کی گولی مل گئی۔ اُس گاؤں کا قبالہ اُسے بھیج دیا۔ جب ماموں دُلہن کے گھر میں آیا تو دیکھا کہ ایک مکان ہے گچ کاری کیا ہوا۔ نقش و نگار سے آراستہ (دیواروں پر بقدر نشست) چینی کی اینٹیں لگی ہوئی۔ طلوع سحر کے وقت مشرق کی جو کیفیت ہوتی ہے اُس سے زیادہ دلفریب اور فصل بہار میں باغ کی جو حالت ہوتی ہے اُس سے زیادہ خوشگوار سونے کے تاروں سے بُنی ہوئی چٹائی جس میں موتی لعل اور فیروزے جڑے ہوئے تھے۔ سارے فرش پر بچھی ہوئی ہے۔ اور اُسی قسم کے چھ تکئے اُس پر رکھے ہوئے ہیں اور ایک حُور لقا صدر میں بیٹھی ہے۔ عمر و زندگانی سے زیادہ پیاری۔ تندرستی اور جوانی سے زیادہ دلپذیر۔ قد وہ قیامت کہ سرو غاتفر خود کو اس کا غلام لکھتا۔ رُخسار کا یہ عالم کہ آفتاب عالمتاب اُسے اپنا آقا کہتا۔ بال اس بلا کے مشک و عنبر ان پر رشک کریں۔ آنکھیں اس قہر کی سنگ سُلیمانی اور نرگس عبہر جل جل مریں۔ سرو کی طرح کھڑی ہو گئی۔ ناز سے قدم اُٹھایا اور ماموں کے قریب پُہنچ کر بڑی خوبی سے تعظیم بجا لائی۔ پُرجوش معذرت پیش کی۔ ماموں کا ہاتھ پکڑ کے لائی۔

اُسے صدر میں بٹھلایا اور خود اُس کے روبرو خدمت میں کھڑی ہوگئی۔ ماموں نے اُسے بیٹھنے کے لئے کہا۔ دوزانوں بیٹھ گئی۔ سر جھکا دیا اور آنکھیں فرش پر جما دیں۔ ماموں (اس ادا پر) مر مٹا۔ دل تو دے ہی چکا تھا۔ جان بھی دل کے ساتھ شامل کردی۔ ہاتھ بڑھا کر قبا میں سے اٹھارہ موتی نکالے۔ جن میں سے ہر ایک چڑیا کے انڈے کی برابر تھا۔ آسمان کے ستاروں سے زیادہ چمکدار حسینوں کے دانتوں سے زیادہ آبدار اور زحل و مشتری سے زیادہ گول بلکہ زیادہ روشن۔ اور نچھاور کردیئے۔ موتی اُس فرش پر حرکت کرنے لگے۔ فرش کی ہمواری اور اپنی گولائی کے باعث ان کی حرکت جاری رہی اور وہ کسی طرح نہ ٹھہرے لڑکی نے ان موتیوں کی طرف مطلق توجہ نہ کی اور سر نہ اُٹھایا۔ ماموں اور بھی زیادہ فریفتہ ہوگیا۔ ہاتھ بڑھا کر سرگرمِ اختلاط ہوا تاکہ اُسے گلے لگالے (لڑکی پر) شرم غالب آئی۔ اور وہ نازنین ایسی متاثر ہوئی کہ وہ حالت واقع ہوگئی جو عورتوں کے لئے مخصوص ہے (یعنی حیض جاری ہوگیا) اور خجالت کا اثر اُس کے گالوں کے صفحوں پر ظاہر ہوگیا معاً اُس نے کہا "اے امیر المومنین! خدا کا حکم آیا، پس اس میں جلدی نہ کیجئے"۔ ماموں نے ہاتھ کھینچ لیا اور اس آیت کی انتہائے فصاحت اور اس محل پر اس کی خوبئ استعمال کے باعث قریب تھا کہ اُسے غش آجائے۔ تاہم اُس کی طرف سے نگاہ نہ ہٹا سکا۔ اٹھارہ دن تک اس گھر سے باہر نہ نکلا اور سوائے اس کے کہ اپنی محبوبہ کے ساتھ مصروفِ عشرت رہا اور کوئی کام نہ کیا فضل کو عروج حاصل ہوا۔ اور اُس حد تک جس پر کہ وہ (آخر کار) فائز تھا۔

حکایت ۷

المسترشد باللہ۔ اُنتیسواں عباسی خلیفہ جس نے ۵۱۲ھ سے ۵۲۹ھ تک (۱۱۱۸ء سے ۱۱۳۵ء تک) حکومت کی۔

استزادت۔ طلب زیادتی و افزونی۔ فوقیت ترجیح۔ فضیلت۔

سنجر۔ یہ واقعہ ۵۲۹ھ (۱۱۳۴ء) کا ہے۔ سنجر کے بجائے مسعود ابن ملک شاہ چاہیئے۔ کیونکہ باتفاق مورخین خلیفہ المسترشد نے مسعود ہی پر چڑھائی کی تھی، نہ کہ سنجر پر۔

نمونۂ تزویر۔ دیکھو تحت لغات حکایت (۵)
ذروہ۔ بالضم وبالکسر بمعنی بلندی کوہ نیز کسی چیز کی سب سے اونچی جگہ۔ چوٹی۔
علییّن۔ بالکسر و تشدید لام مکسور و دو یائے تحتانی و نون جمع علیہ بمعنی غرفہ بہشت بہشت کا بلند مکان۔
تلامذہ۔ بفتح اوّل و کسر میم جمع تلمیذ بمعنی شاگرد۔
نقطۂ نبوّت۔ اصل نبوّت۔ مرکز نبوّت۔

جوامع الکلم۔ ہر بات کا جاننے والا امر اور نہی۔
جزالت۔ بالفتح۔ استواری۔ خوبی۔
فوضنا امورنا الخ۔ ہم نے اپنے معاملات آل سلجوق کے سپرد کئے لیکن انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی۔
فطال علیھم الامد الخ۔ یہ فقرہ قرآن مجید کی آیت ہے، "اور ان پر زمانہ گذرتا گیا اور ان کے دل سخت ہو گئے۔ اور ان میں سے اکثر فاسق ہیں"۔

ترجمہ

ہمارے ہی زمانہ میں خلفائے عباسیہ میں سے المسترشد باللہ بن امیر المومنین المستظہر باللہ (خدا اس کی تربت کو خوشبو بنائے اور جنّت میں اس کا رتبہ بلند کرے) بیشمار خزانہ۔ کثیر اسلحہ جنگ اور ایک آراستہ فوج لے کر نہایت شان و شوکت کے ساتھ بغداد سے نکلا اور خراسان کا رُخ کیا۔ کیونکہ وہ سُلطانِ عالم سنجر کے مقابلہ میں برتری حاصل کرنا چاہتا تھا خودغرض لوگوں کے جوڑ توڑ اور شرارت پسندوں کے مکر و فریب کے باعث یہانتک نوبت پُہنچی تھی۔ جب خلیفہ کرمان شاہان پُہنچا تو ایک جمعہ کو خطبہ دیا جو فصاحت میں انتہائے بلندی آفتاب سے بھی اونچا نکل گیا۔ اور عرش الٰہی اور بہشت بریں کی آخری حد تک پُہنچ گیا۔ دَورانِ خطبہ میں نہایت دلتنگی اور نا اُمیدی کے ساتھ اس انداز سے آل سلجوق کی شکایت کی کہ ایران و عرب کے فصحا و بلغا نے داد دی کہ رسول اللہ صلعم کے صحابہ کے بعد (ان سب پر خدا کی رحمت ہو) جو مرکز نبوّت کے شاگرد اور کلام نبوی کے شارح تھے کسی شخص نے ایسی فصاحت و خوبی کے ساتھ اپنا بیان مرتّب نہیں کیا تھا۔ امیر المومنین المسترشد باللہ نے فرمایا "فوضنا امورنا الٰی آلِ سلجوق فبرزوا علینا۔ فطال علیھم الامدُ

فقست قلوبھم وکثیرٌ منھم فاسقون" ارشاد ہے کہ ہم نے اپنے معاملات آل سلجوق کے سپرد کیے۔ لیکن انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی"۔ اور ان پر زمانہ گذرتا گیا اور ان کے دل (سیاہ اور) سخت ہوگئے۔ اور ان میں سے اکثر فاسق ہیں"۔ یعنی انہوں نے دین اور اسلام میں ہمارے حکم سے سرتابی کی۔

حکایت ۸

مصاف۔ دیکھو تحت لغات حکایت (۲)

چشم زخم۔ بغیر اضافت۔ اصل میں زخمِ چشم تھا۔ یعنی وہ آزار ونقصان جو نظر بد کے اثر سے پہنچے۔ مگر محض صدمہ اور نقصان کے معنی میں بھی آتا ہے۔ یہاں مراد شکست۔

حسام الدین۔ حسام الدین عمر ابن برہان الدین عبدالعزیز ابن مازہ۔

اتمتگین۔ اس نام کی صحیح صورت "آلپ تگین" ہے۔

اتسز۔ بفتح اول وسکون ثانی وکسر سین ودر آخر زاء معجمہ یہ ترکی لفظ ہے بمعنی "بے اسم" (یہ مرکب ہے "ات" بمعنی نام اور "سیز" علامت سلب سے) ترکوں کے ملک میں یہ طریقہ ہے کہ جس شخص کی اولاد نہ جیتی ہو اور بچپن ہی میں فوت ہوجاتی ہو تو وہ اپنے کسی بچّہ کا نام اتسز رکھ دیتا ہے اور ترکوں کا عقیدہ ہے کہ وہ بچّہ ضائع نہیں ہوتا۔

برہان۔ یعنی برہان الدین عبدالعزیز۔

برسخان۔ مشرقی ترکستان میں ختن کے قریب ایک شہر ہے

نفاذ امر۔ اجرائے حکم۔

سخط۔ بفتحتین۔ یا بالضم۔ خشم وغضب۔ ناراضگی۔

ترجمہ

گورخان خطائی نے شہر سمرقند کے دروازہ پر سلطان عالم سنجر بن ملک شاہ سے جنگ کی۔ لشکر اسلام کو ایسا نقصان پہنچا کہ قابل بیان نہیں۔ امام مشرق حسام الدین (خدا اس کی دلیل کو روشن کرے اور اپنی خوشنودی کو اس پر وسعت دے) کے قتل کے بعد گورخان ماوراءالنہر پر

منصرف ہوگیا۔ اور اُس نے بخارا اتمتگین کو دے دیا۔ جو امیر بیابانی کا بیٹا اور خوارزم شاہ اتسز کا بھتیجا تھا۔ واپسی کے وقت اُسے خواجہ امام تاج الاسلام احمد بن عبد العزیز کے سپرد کیا جو بخارا کے امام اور بُرہان کے بیٹے تھے۔ تاکہ وہ ہر کام ان کے مشورہ سے کرے اور اُن کے حکم کے بغیر کچھ نہ کرے اور ان کی اِطّلاع کے بغیر کوئی عملی قدم نہ اُٹھائے۔ گورخاں لوٹ کر برسخان واپس چلا گیا۔ اس کے انصاف کی انتہا نہ تھی اور اس کے حکم کو بے حد نفاذ حاصل تھا اور سچ یہ ہے کہ حقیقت بادشاہی انہیں دو باتوں میں محصور ہے۔ اتمتگین نے جب میدان خالی پایا تو ظلم کرنے لگا۔ اور بخارا پر ٹیکس لگانے شروع کر دیئے۔ چند بخاری وفد کی صُورت میں برسخان کی طرف گئے اور فریاد کی۔ گورخاں نے جب یہ سُنا تو اہل اسلام کے طریقہ پر اتمتگین کو ایک خط لکھا "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اتمتگین کو واضح ہو کہ اگرچہ اُس کے اور ہمارے درمیان بہت فاصلہ ہے۔ مگر ہماری خوشنودی اور قہر اُس سے نزدیک ہے۔ اتمتگین کو وہ کام کرنا چاہیئے جس کا احمد (یعنی تاج الاسلام) حکم دے اور احمد وہ حکم دے جو محمد صلعم کا ارشاد ہے۔ والسّلام"۔ بارہا اس پر غور کیا گیا ہے۔ اور ہم نے اکثر اسے سوچا ہے ہزار جلدیں بلکہ اس سے بھی زیادہ اس خط کی شرح و تفصیل کے لئے درکار ہیں۔ اور اجمالی طور پر نہایت واضح اور صاف ہے کسی تشریح کی ضرورت نہیں مَیں نے ایسے خط بہت کم دیکھے ہیں۔

حکایت ۹

مجاری۔ بفتح میم و راء مکسور۔ جاری یا رواں ہونے کی جگہیں۔ یہ مجری (بالفتح) کی جمع ہے۔

قِدم۔ بکسر اوّل و فتح دال۔ دیرینہ ہو جانا۔ قدیم ہونا۔

ناصیہ۔ پیشانی کے بال مگر فارسی میں بمعنی پیشانی مستعمل ہے۔

مثبت۔ بضم اوّل و سکون ثانی و فتح ثالث۔ لکھا ہوا۔ ثابت کیا ہوا۔

قبل یا ارض۔ اور کہا گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل جا۔ اور اے آسمان بس کر۔ پانی خشک ہو گیا۔ اور اس طرح کام تمام کیا گیا۔ اور وہ (یعنی کشتی نوح) کوہِ

میادین - جمع میدان -	جُودی پر ٹھہر گئی -

ترجمہ

قرآن مجید کی انتہائی فصاحت اس کا اختصار لفظی اور اعجاز معنوی ہے - اور فصحا و بلغا کو مذکورۃ الصدر جیسی (آیات قرآنی کی) جن تضمینوں کا اتفاق ہوا ہے وہ اس پایہ کی ہیں کہ اُن سے دہشت طاری ہوتی ہے - یہاں تک کہ ذی ہوش اور سمجھدار کی حالت کچھ سے کچھ ہو جاتی ہے - اور یہ امر اس بات کی صاف دلیل اور قطعی حُجّت ہے کہ یہ کلام کسی مخلوق کے مُنہ سے نہیں نکلا - اور کسی (انسانی) تالو اور زبان سے پیدا نہیں ہوا - اور اس کی عبارات و اشارات کی پیشانی پر قدامت کی تعبیر ثبت ہے - کہتے ہیں کہ ایک مُسلمان ولید ابن المغیرہ کے آگے اس آیت کی تلاوت کر رہا تھا "اور کہا گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل جا - اور اے آسمان بس کر - پانی خشک ہو گیا اور اس طرح کام تمام کیا گیا - اور وہ (یعنی کشتی نوح) کوہِ جودی پر ٹھہر گئی" - ولید ابن المغیرہ نے کہا - خدا کی قسم واقعی اس میں خوبی اور شیرینی ہے - اس کا اعلیٰ حصّہ ثمر دار اور ادنیٰ حصّہ خوب بڑھنے والا ہے - اور یہ انسان کا کلام نہیں - قرآن کی فصاحت اور اس کے اعجاز کے متعلق جب دُشمن انصاف کے میدان میں اس حد پر پہنچے ہیں تو ذرا غور تو کرو دوست کہاں تک پہنچیں گے - والسّلام -

حکایت ۱۰

جوکہ نوشیرواں کا لقب ہے - لیکن اس کی اولاد کو اکاسرہ کہتے ہیں (یعنی سلاطین ساسانی) کبھی اس لفظ کا اطلاق عام سلاطین متکبّر پر بھی ہوتا ہے -	جبابرہ - بفتح اوّل و کسر چہارم - جمع جابر - کیان - جمع کے - بالفتح بمعنی بادشاہِ بلند مرتبہ - اس کا نام بلندی اور مرتبہ میں کیوان سے لیا ہے جو بلند ترین سیارہ ہے -
مبارزت - بتقدیم راء مہملہ مفتوح بر زا ،	اکاسرہ - بفتح اوّل و کسر سین جمع کسریٰ

معجمہ مفتوح بمعنی جنگ و کارزار
مُراد مسابقت و مقابلہ۔
حِکَم۔ بکسر اوّل و بفتح ثانی جمع حکمت۔
لُغز۔ بالضم جنگلی چوہے کا بِل۔ اور چونکہ وہ
نہایت پیچدار ہوتا ہے۔ اِس لئے کلام
مبہم جسے فارسی میں چیستاں کہتے ہیں
لغز کہلاتا ہے۔
گسیل بضم اوّل وکسر ثانی۔ رُخصت کرنا
بھیجنا۔ دفع کرنا۔
معالی۔ جمع معلی بفتح میم وسکون عین وفتح لام
مصدر میمی ہے بمعنی علو۔
مندرس۔ بضم میم وسکون نون وفتح دال
وکسر رار اسم فاعل از اندراس بمعنی
کہنہ وفرسودہ۔
منطمس۔ بروزن مندرس۔ اسم فاعل انطماس
دب جانے والا مٹ جانے والا۔
برید۔ بفتح اوّل وکسر ثانی ویائے معروف
بمعنی قاصد۔ نامہ۔ ڈاک۔
ان اکرمکم الخ۔ درحقیقت خدا کے نزدیک
تم میں وہی زیادہ معزز ہے جو تم میں
زیادہ پرہیزگار ہے۔
دقایق۔ جمع دقیقہ۔
تقیہ۔ بچنا۔ پرہیز۔

کلام ناآفریدہ۔ کلام نامخلوق یعنی قرآن مجید
دیکھو "کتاب نامخلوق" تحت لغات
دیباچہ فصل اوّل۔
وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ
جن لوگوں کو علم دیا گیا۔ اُن کے لئے
(بڑے بڑے) درجے ہیں۔
افاضل۔ بفتح اوّل وکسر ضاد معجمہ۔ جمع افضل۔
امر معروف۔ اچھے کاموں کا حکم۔
منکر۔ بالضم وکاف مفتوح۔ قبیح و ناشائستہ
ایسا امر قبیح کہ جو دیکھے اِنکار کرے۔
نامشروع۔
نہی منکر۔ بُرے کاموں کی ممانعت۔
امر بالمعروف ونہی عن المنکر یہ دونوں
شرعی اصطلاحیں ہیں اور اسی کے
مجموعہ کا نام "احتساب" ہے۔
مکنون۔ پوشیدہ کیا ہوا۔ اسم مفعول از کن
بالفتح بمعنی چھپانا۔
ائمہ۔ جمع امام۔
کبار و عظام۔ بکسر اوّل وجمع کبیر و عظیم
علی الترتیب۔
محمد ابن عبدہ۔ ملوک ترک ماوراء النہر معروف بہ
خانیہ کے دبیروں میں سے تھا چوتھی صدی
ہجری کے آخر اور پانچویں کے اوائل میں

گذرا ہے۔ رشید الدین وطواط نے حدائق السحر میں اس کے اشعار بطریق سند لکھے ہیں۔

تعمق۔ بتشدید میم مضموم۔ گہرائی۔
تنوق۔ خوبی۔ عمدگی۔ استواری۔

تبحر۔ بروزن تفکر۔ کثرت و وسعت علم۔
مقر۔ بفتحتین وتشدید را۔ جائے قرار۔ جائے آرام۔
وتین۔ بکسرتین بمعنی بزرگ تر۔
ترفع۔ بفتح اول وثانی وتشدید فا مضموم۔ بمعنی بلندی۔

ترجمہ

اگلے زمانہ میں سلاطین عصر اور شاہان سلف مثلاً پیشدادیوں۔ کیانیوں۔ ساسانیوں اور خلفاء میں یہ دستور تھا کہ انصاف اور فضل وکمال میں باہم گر مفاخرت اور مسابقت کرتے تھے اور جو قاصد کہ بھیجتے تھے حکمت کی باتیں۔ معمے اور پیچدار سوالات اس کے ساتھ کر دیتے تھے۔ اس صورت میں بادشاہ ارباب عقل وتمیز اور اصحاب رائے وتدبیر کا محتاج ہوتا تھا۔ متعدد مجلسیں برپا ہوتیں اور برخاست ہو جاتیں۔ یہاں تک کہ متفقہ طور پر جوابات معین کر لئے جاتے۔ وہ معمے حل ہو جاتے اور وہ پہیلیاں بوجھ لی جاتیں۔ اس وقت قاصد کو رخصت کرتے۔ سلطان عادل یمین الدولہ والدین محمود بن سبکتگین رحمۃ اللہ کے زمانہ تک یہ طریقہ جاری رہا۔ اس کے بعد سلجوقیوں کا دور دورہ ہوا تو چونکہ وہ صحرانشین لوگ تھے اور بادشاہوں کے طریق کار اور ان کے حالات سامی سے ناواقف تھے۔ اس لئے ان کے زمانہ میں بادشاہی رسمیں اکثر مٹ گئیں اور لوازم حکومت بہت سے جاتے رہے۔ ان میں سے ایک محکمہ ڈاک ہے۔ اسی پر اوروں کو قیاس کر سکتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک روز سلطان یمین الدولہ محمود رحمۃ اللہ نے ماوراالنہر میں بغرا خان کے پاس قاصد بھیجا اور خط جو لکھا گیا تھا اس میں یہ ٹکڑا تحریر تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "درحقیقت خدا کے نزدیک تم میں وہی زیادہ معزز ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔" حقیقت شناسوں اور نکتہ سنجوں نے یہ معنی کہے ہیں کہ یہ پرہیز کا حکم جہل سے (پرہیز کرنے کے متعلق ہے) اس لئے کہ انسان کی روح کے لئے جہل سے بڑھکر کوئی نقص نہیں اور نادانی سے بدتر کوئی عیب نہیں۔ اس مسئلہ کی صحت اور اس قول کی سچائی پر خود قرآن مجید شاہد ہے کہ "جن لوگوں کو علم دیا گیا۔ ان کیلئے

(بڑے بڑے) درجے ہیں؛

لہٰذا ہم چاہتے ہیں کہ ولایت ماوراء النہر کے ائمہ اور سرزمین مشرق کے علماء اور بارگاہِ خاقانی کے فضلا امورِ ضروریہ (متعلق بہ نجات) کی بابت اس قدر بتلائیں کہ "نبوت کیا ہے۔ ولایت کیا ہے۔ دین کیا ہے۔ اسلام کیا ہے۔ ایمان کیا ہے۔ احسان کیا ہے۔ تقویٰ کیا ہے۔ امر بالمعروف کیا ہے۔ نہی عن المنکر کیا ہے۔ صراط کیا ہے۔ میزان کیا ہے۔ رحم کیا ہے۔ شفقت کیا ہے عدل کیا ہے۔ فضل کیا ہے" جب یہ خط بغراخان کے دربار میں پہنچا اور وہ اس کے مضمون اور مطلب سے آگاہ ہوگیا تو مختلف شہروں اور ضلعوں سے ماوراء النہر کے ائمہ کو بلایا اور اس بارہ میں اُن سے مشورہ کیا۔ ماوراء النہر کے چند بڑے بڑے اور زبردست اماموں نے اس بات کو منظور کرلیا کہ ان میں سے ہر ایک اس کے متعلق ایک رسالہ لکھے اور اثنار کلام اور متن کتاب میں اُن کلمات کا جواب درج کرے۔ اور اس کام کے لئے چار مہینے کی مہلت چاہی۔ مگر یہ مہلت کئی طرح سے نقصان دہ تھی۔ سب سے بڑی خرابی یہ تھی کہ ایلچیوں اور قاصدوں کے مصارف اور اماموں کے خرچ کی کفالت میں خزانہ کا روپیہ اُٹھتا۔ حتیٰ کہ محمد بن عبدہ الکاتب جو بغراخان کا دبیر تھا۔ اور ایک جید عالم۔ زبردست فاضل۔ اور نظم و نثر میں کامل تھا۔ اور فضلا و بلغائے اسلام میں سے ایک وہ تھا۔ اُس نے کہا کہ مَیں ان سوالات کا جواب دو لفظوں میں دُوں گا۔ اور وہ ایسا ہوگا کہ فضلائے اسلام اور بزرگان مشرق جب اُسے دیکھیں گے تو پسند آئے گا اور تعریف کریں گے۔ پس قلم اُٹھایا اور فتویٰ کے طور پر ان سوالات کے نیچے لکھا۔ "رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ خدا کے حکم کی تعظیم اور خلق خدا پر مہربانی واجب ہے؛" ماوراء النہر کے تمام ائمہ نے اُنگلیاں دانتوں میں دبالیں۔ اور حیران رہ گئے اور کہا کہ یہ ہے جواب کامل اور یہ ہے کلمۂ جامع۔ خاقان بے انتہا خوش ہوا۔ کہ دبیر ہی سے کام چل گیا اور ائمہ کی ضرورت نہ پڑی۔ جب یہ جواب غزنیں پہنچا تو سب نے پسند کیا۔ پس ان مقدمات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ دبیر عاقل و فاضل شوکت سلطانی کی ایک زبردست آرائش ہے اور رفعت شاہی کی بہترین سرفرازی ہے پس اس حکایت پر ہم اس مقالہ کو ختم کرتے ہیں۔ والسّلام۔

دُوسرا مقالہ

شِعر کی حقیقت اور شاعِر کے سلیقہ کے بیان میں

شاعری ایک ایسی صنعت ہے کہ شاعِر اس صنعت سے وہمی مقدمات کو ترتیب دیتا اور نتیجہ و قیاسات کو اِس طرح باندھتا ہے کہ ادنیٰ بات کو اعلیٰ اور اعلیٰ بات کو ادنیٰ یا بھلائی کو بُرے لباس میں اور بُرائی کو بہترین صُورت میں جلوہ نما کر دکھاتا ہے اور بذریعہ صنعت ایہام غضبانی اور شہوانی طاقتوں کو اُبھارتا ہے۔ یہاں تک کہ اس ایہام سے طبیعتوں میں رنج و خوشی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور (شاعِر ہی) دُنیا میں بڑے بڑے کاموں کے اِنتظامات کا باعث ہوتا ہے چنانچہ بیان کیا جاتا ہے۔

حکایت نمبر ۱

احمد بن عبداللہ خجستانی سے لوگوں نے دریافت کیا کہ "تو ایک گدھے والا تھا امیری خراسان کے مرتبہ تک کس طرح پُہنچا" کہا کہ "ایک روز مَیں خجستان کے بادغیس میں دیوان حنظلہ بادغیسی پڑھ رہا تھا حتیٰ کہ ان دو شعروں تک پُہنچا ؎

اگر سرداری شیر کے حلق میں بھی ہے — تو جا اور آفت برداشت کر کے شیر کے حلق سے ڈھونڈ

یا تو بزرگی، عزت، نعمت اور مرتبہ (حاصل ہوگا) — یا جواں مردوں کی طرح مر کر چلا جا

تو میرے دل میں ایک ایسی خواہش پیدا ہوئی کہ جس وجہ سے مَیں موجودہ حالت میں کسی طرح خوش نہیں رہ سکتا تھا۔ مَیں نے گدھے بیچ کر گھوڑے خریدے اور اپنے وطن سے کُوچ کر دیا۔ اور علی بن اللیث برادر یعقوب بن اللیث و عمرو بن اللیث کی خدمت میں گیا صفاریوں کی

حکومت کا باز علیین کی بلند چوٹیوں پر پرواز کر رہا تھا صفحہ ۴۲ علی سب سے چھوٹا بھائی تھا یعقوب و عمرو کو اس پر بزرگی حاصل تھی۔ جب یعقوب خراسان سے پہاڑوں کے راستہ غزنین گیا۔ تو علی بن اللیث نے مجھ کو رباط سنگین سے واپس کر کے خراسان کے پرگنوں کی کوتوالی پر مقرر کیا۔ میں لشکر سے تنو سوار لیکر چلا تھا اور بیس سوار میرے ذاتی تھے۔ علی بن اللیث کی جاگیر میں ایک تو کروخ ہرس تھا اور دوسرا خواف نیشاپوری جب میں کروخ پہنچا اور فرمان پیش کیا تو جو کچھ مجھے وہاں ملا میں نے لشکر پر تقسیم کر دیا۔ اور سپاہیوں کو دیدیا اور اب میرے سوار تین ہزار ہو گئے۔ جب خواف پہنچا اور فرمان پیش کیا تو سرداران خواف نے میری عزت کی اور کہا کہ "ہمیں ایک کوتوال اور دس آدمیوں کی ضرورت ہے" میں بھی اس پر متفق ہو گیا۔ یہاں تک کہ میں نے صفاریوں کی اطاعت سے دست برداری اختیار کی اور خواف کو لوٹ لیا۔ اور شیت کے ایک دہقان کے ساتھ چل کر بیہق آیا (یہاں) میرے پاس دو ہزار سوار جمع ہو گئے (مختصر) آیا اور نیشاپور فتح کر لیا۔ میرا کاروبار بڑھ گیا اور روز افزوں ترقی کرتا گیا حتیٰ کہ میں نے تمام خراسان سے فراغت پالی۔ اور اس کا سبب یا باعث یہی دو شعر تھے۔" سلامی اپنی تاریخ میں بیان کرتا ہے کہ " احمد بن عبداللہ کا مرتبہ اس قدر بڑھ گیا کہ ایک رات نیشاپور میں ایک لاکھ دینار پانچسو گھوڑے۔ ایک ہزار جوڑے (خلعت) مرحمت فرما دیئے اور آج تاریخ میں منجملہ زبردست بادشاہوں کے ایک وہ بھی ہے۔" اور اس کا باعث صرف وہی دو شعر تھے۔ عرب و عجم میں اس قسم کی مثالیں بہت موجود ہیں مگر ہم اس پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ پس بادشاہ کو ایک ایسے ملک شاعر کی سخت ضرورت ہے جو اس کے بقائے نام کی ترتیب کرے اور اس کا ذکر دیوانوں اور دفتروں میں لکھے۔ کیونکہ جب بادشاہ ایسے کام پر مامور ہو جائے کہ جس سے مفر نہیں ہے (مر جاتا ہے) اور اس کے لشکر و گنج و خزانہ کے آثار باقی نہ رہیں۔ تو اس کا نام شعراء کے اشعار کی وجہ سے ہمیشہ باقی رہیگا۔ شریف مجددی گرگانی کہتا ہے ؎

باوجود دُنیا کی اس قدر نعمتوں کے بھی	آل ساسان و آل سامان میں سے کون باقی رہا
(صرف) رودکی کی مدح و ثنا باقی ہے	یا باربد کی صدائے دستاں باقی رہ گئی ہے

بادشاہان زمانہ اور سرداران عالم کے نام اس جماعت کی نظم دل خوش کن اور مشہور رہے باقی ہیں صد ۳ ۴ چنانچہ سامانی کے نام۔ استاد ابو عبداللہ جعفر بن محمد الرودکی۔ ابو العباس الربلجنی۔ ابو المثل بخاری۔ ابو اسحٰق جوئباری۔ ابو الحسن اغجی خبازی نیشاپوری اور ابو الحسن الکسائی سے باقی رہے۔

اور بادشاہان آل ناصر الدین کے نام عنصری عسجاری۔ فرخی۔ بہرامی۔ زینتی۔ بزرجمہر قائنی۔ منشوری۔ منوچہری مسعودی۔ قصارامی۔ ابو حنیفہ اسکاف مظفری۔ راشدی۔ ابو الفرج رونی۔ مسعود سعد سلمان محمد ناصر۔ شاہ بورجا۔ احمد خلف عثمان مختار۔ اور مجدو السنائی جیسے شخصوں سے باقی رہے۔

اور آل خاقان کے نام۔ لولوی۔ گلابی۔ نجیبی فرغانی عمعق بخاری۔ رشید سمرقندی۔ نجار ساغرجی علی بانیذی۔ پسر اغوش علی سپہری جوہری۔ سعدی پسر تیشہ اور علی شطرنجی سے باقی رہے۔

اور آل بویہ کے نام۔ استاد منطقی۔ کیا غضائری اور پندار سے باقی ہے۔ اور آل سلجوق کے نام۔ فرخی گرگانی۔ لامعی دہستانی جعفر ہمدانی۔ فیروز فخری۔ برہانی۔ امیر معزی۔ ابو المعالی رازی۔ عمید کمالی اور شہابی سے باقی رہے۔

اور طبرستان کے بادشاہوں کے نام۔ قمری گرگانی۔ رافعی نیشاپوری۔ کفائی گنجہ۔ کوسہ فالی اور پور کلہ سے باقی رہے۔ اور بادشاہان غور آل شنسب اللہ تعالیٰ اس کا ملک ہمیشہ رکھے کے نام ابو القاسم رفیعی۔ ابو بکر جوہری۔ کمتر بن بندگان نظامی عروضی اور علی صوفی سے باقی رہے۔

اور اس جماعت کے دیوان بادشاہان سلف اور سرداران گذشتہ کمال جمال حاجت روائی سرداری۔ انصاف و عنایات نسب بزرگی۔ رائے تدبیر۔ امداد اور اثرات بیان کرنے والے ہیں (اللہ تعالیٰ ان کی قبریں کو پر نور کرے اور ان کے مقامات رجنتہا میں وسیع کرے) بہت سے سرداروں نے بادشاہوں کی نعمتیں حاصل کیں۔ اور بڑی بڑی بخششیں کیں اور شعرائے خوش گو کو عطا کیں۔ آج ان کا کوئی نشان باقی نہیں۔ اور ان کے خدم و حشم سے کوئی رہنے والا نہیں۔ اور بہت سے محل منقش اور باغات دلکش بنائے اور انہیں آراستہ کیا لیکن آج زمین کے برابر ہو گئے۔ اور جنگلوں اور

وادیوں کی طرح ہموار ہو گئے ۔مصنف کہتا ہے ؎

بہت سے ایسے محل جن کو محمود نے تعمیر کیا — کہ بلندی میں چاند سے گذرتے تھے
لیکن ان میں سے تو ایک اینٹ بھی اپنی جگہ نہ پائیگا — صرف عنصری کی مدح اپنی جگہ قائم رہ گئی ہے

۵۴۵ھ پادشاہ عالم علاء الدنیا والدین ابو علی الحسین بن الحسین (پسندیدہ امیر المومنین کہ ان کی زندگانی دراز اوران کی حکومت کا چتر فتحمند ہو) دو بادشاہ شہریار اور ملک حمید سے نبرد آزمائی کے لئے غزنیں گئے اور سلطان بہرام شاہ ان کے مقابلہ سے ہٹ گیا۔ اُن دو شہیدوں کے جانے کے بعد کہ جنہوں نے مضات کی لغو باتیں کہیں۔غزنیں کو لوٹا اور محمودی۔مسعودی اور ابراہیمی عمارتوں کو ڈھایا۔ اور اسکی مدحیں (قصائد) روپیہ دے کر خریدتے اور خزانہ میں رکھتے تھے۔ کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ اس لشکر یا اس شہر میں کوئی ان کو سلطان کہہ سکے۔ حالانکہ بادشاہ خود ابوالقاسم فردوسی کے شاہنامہ سے جو کچھ اس نے کہا پڑھتا تھا ؎

جب بچہ ماں کے دودھ سے ہونٹ دھوتا ہے، — تو پہلے گہوارہ سے "محمود" کہتا ہے

جسم میں مست ہاتھی کی طرح ہے جان میں جبرئیل کی طرح ہتھیلی میں ابربہمن کی طرح۔ اور دل میں دریائے نیل۔جہاندار بادشاہ محمود شاہ بزرگ۔ایک گھاٹ پر بکری اور بھیڑیئے لاتا ہے (پانی پلاتا ہے) ہر صاحب عقل جانتا ہے کہ یہاں محمود کی شان و شوکت باقی نہ تھی۔ بلکہ فردوسی کی نظم اور اُس کی عزت تھی۔ اگر سلطان محمود یہ جانتا ہوتا تو اس شریف شخص کو ناامید اور محروم نہ رہنے دیتا۔

فصل۔شاعر اور اُس کے اشعار کی کیفیت میں

شاعر کو سلامت عقل۔زبردست غور۔صحیح طبیعت۔سخت فکر اور گہری نظر والا ہونا چاہیئے اور ہر قسم کے علوم سے ماہر گردونواح کی رسموں سے پسندیدہ ہونا چاہیئے۔کیونکہ جس طرح ہر علم میں شعر کہا جاتا ہے۔اُسی طرح ہر علم اشعار میں بھی کام آتا ہے۔شاعر کو چاہیئے کہ وہ گفتگو کی مجالس میں خوش بیان اور عیش و مسرت کی محفلوں میں خندہ پیشانی رہے۔ اور چاہیئے کہ اس کے اشعار اس پایہ کے ہوں کہ صحیفۂ روزگار پر لکھے جاسکیں۔ اور شرفاء کی زبانوں پر پڑھے اور بیاضوں میں لکھے جائیں اور شہروں میں لوگ پڑھیں۔

صـ۴۵ کیونکہ اشعار سے بہترین مسرت اور عمدہ حصہ بقائے اسم ہے۔ جبتک لکھا اور پڑھا نہ جائیگا یہ بات حاصل نہیں ہوسکتی نیز یہ کہ جبتک اس درجہ کا نہ ہوگا موثر نہ ہوگا اور وہ اپنے مالک (شاعر) سے پہلے ہی مرجاتا ہے۔ اور جب اس (شعر) کو اپنی ہی بقا میں اثر نہیں ہے تو دوسرے شخص کا نام باقی رکھنے کی کیا تاثیر ہوسکتی ہے۔ شاعر اس مرتبہ پر اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جبتک آغاز شباب اور عالم جوانی میں متقدمین اشعار سے بیس ہزار شعر اور متاخرین کے رسوم کے دس ہزار کلمات متحضر نہ کرلے۔ اور ہمیشہ اُستادوں کے دیوان پڑھتا رہے۔ اور معلوم کرے کہ سخن کی باریکیوں اور تنگیوں سے ان کی آمدورفت کس طریقہ پر ہوئی ہے۔ تاکہ اشعار کے اقسام و طریقہ اس کی طبیعت پر منقش اور شعر کی بھلائی و بُرائی اس کے صحیفۂ عقل پر ثبت ہوجائے۔ جس سے اس کا کلام ترقی کی طرف راجع اور اس کی طبیعت بلندی کی طرف مائل ہو۔ جس شخص کی طبیعت شعر نظم کرنے میں مضبوط ہوجائے اور اس کا کلام مناسب ہونے لگے تو وہ فن شعر کی طرف متوجہ ہو اور عروض پڑھے۔ اُستاد ابوالحسن السرخسی البہرامی کی تصنیفات دیکھے مثلاً غایۃ العروضین۔ کنز القافیہ نقد الفاظ سرقات اور تراجم اور اس علم کی ہر قسم کو اُستاد سے جس کو وہ مناسب سمجھتا ہو پڑھے تاکہ اُستاد کا نام سزاوار ہو۔ اور اس کا صفحات روزگار پر جیسے دوسرے اُستاد کہ جن کا نام ہم نے بیان کیا ہے روشن ہو۔ تاکہ جو کچھ مخدوم و ممدوح سے حاصل کرے بقائے نام میں اس کا حق ادا کرسکے۔ لیکن بادشاہ پر واجب ہے کہ ایسے شاعر کی تربیت کرے۔ جب اس کی خدمت میں ظاہر ہو۔ تاکہ اس کا نام اس (شاعر) کی مدح سے روشن ہو۔ لیکن اگر اس درجہ سے کم ہو تو اس پر مال و زر ضائع کرنا اور اس کے اشعار پر توجہ نہ کرنا چاہیئے۔ خاصکر جبکہ بوڑھا ہو۔ میں نے اس باب میں بہت غور کیا ہے اور تمام دُنیا میں بوڑھے شاعر سے بدتر کسی کو نہ پایا۔ اور کوئی روپیہ اس سے زائد کار نہیں ہوسکتا جو اسے دیا جائے۔ جو شخص پچاس تک یہ نہ جان سکا کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں درست نہیں تو اب کب جان سکے گا۔ لیکن اگر جوان ہو اور طبیعت مناسب رکھتا ہو تو اگرچہ اس کے شعر اچھے نہ ہوں لیکن اُمید ہے کہ آئندہ اچھے ہوجائیں گے۔ بشریعت آزادگی میں اس کی تربیت واجب اور اسکی ذمہ واری فرض اور اس کے ساتھ مہربانی لازم ہے۔ لیکن بادشاہ کی خدمت میں فی البدیہہ کہنے سے بہتر کوئی طریقہ نہیں۔ کیونکہ بدیہہ سے صـ۴۶ بادشاہ کی طبیعت خوش ہوجاتی ہے۔ مجالس رونق

پاتی ہیں اور شاعر اپنے مقصود پر پہنچتا ہے۔ بدیہہ گوئی اور جلد شعر کہنے میں جو اقبال رودکی نے آل سامان سے پایا کسی کو نصیب نہ ہوا۔

حکایت۔ کہا جاتا ہے کہ نصر بن احمد کہ آل سامان کا لڑی کا سب سے بڑا موتی (گوہر بیش بہا) تھا۔ اور اس کا عہد اس خاندان کے زمانۂ حکومت میں سب سے ممتاز تھا۔ اسباب ترقی و ذرائع بلندی نہایت موافق خزانے مالامال۔ لشکر جرار۔ ملازمین فرمانبردار۔ اس کی عادت تھی کہ موسم سرما میں دارالملک بخارا میں قیام کرتا اور گرمی میں سمرقند یا خراسان کے کسی شہر میں چلا جاتا۔ مگر ایک سال ہری کی باری تھی۔ فصل بہار میں بادغیس میں تھا۔ کیونکہ بادغیس خراسان اور عراق کا بہترین سبزہ زار ہے۔ قریب ایک ہزار ناؤ کے پانی پر تیرتی ہیں۔ چارہ (اس قدر فراواں) کہ ہر ایک لشکر کو کافی ہو سکے۔ جب چارپایوں نے موسم بہار میں اچھی طرح چر لیا اور پھر اپنی حالت فربہی میں آ کر میدان اور لڑائی کے لائق ہو گئے تو نصر بن احمد نے ہری کا قصد کیا اور شہر کے دروازہ پر مرغ سفید (سفید باغ) میں اترا۔ اور لشکرگاہ قائم کی۔ بہار کا موسم تھا نسیم شمالی چلنے لگی۔ مالن اور کرخ میوے (انگور) آنا شروع ہو گئے۔ کہ ایسے (انگور) اکثر مقامات میں میسر نہیں آتے۔ اور اگر ملتے بھی ہیں تو اس قدر ارزانی سے نہیں۔ لشکر کو آرام ملا (کیونکہ) ہوا صاف و ٹھنڈی تھی۔ خوراک بکثرت۔ میوے فراواں۔ خوشبوئیں بہت۔ لشکر نے موسم بہار اور گرمی سے اپنا پورا لطف اٹھایا۔ جب زمانۂ جشن مہرگان آیا تو انگور آ گئے اور گل ریحان۔ پودینہ اور گل بابونہ نکل آئے۔ لوگوں نے جوانی کی نعمتوں سے داد حاصل کی اور عنفوان شباب کو داد دی (بہت لطف اٹھائے) انگور انتہائی شیرینی پر پہنچ گیا۔ اطراف ہری میں ایک سو بیس قسم کے انگور پائے جاتے ہیں۔ ہر ایک دوسرے سے زائد پاکیزہ اور لذیذ۔ ان میں سے دو قسمیں ہیں جو تمام دنیا میں کسی جگہ نہیں پائی جاتیں ایک پرنیاں دوسرے کلنجری۔ باریک پوست۔ چھوٹا بیج اور شیرینی والا۔ گویا اس میں زمین کے اجزاء کچھ شامل نہیں۔ صـ۴۷ (بہت ہی لطف) کلنجری کا ہر خوشہ پانچ من کا اور ہر دانہ پانچ درم برابر ہوتا ہے۔ اور وہ اپنی خاصیت سے بہت کھایا جا سکتا ہے۔ اور ہر قسم کے دوسرے میوے مثلاً گگڑی وغیرہ (بکثرت) جب امیر نصر بن احمد نے زمانہ مہرگان اور اس کے میوے دیکھے تو اسے بہت پسند آئے۔ نرگس آنا شروع ہو گیا۔ لوگوں نے کشمش چھوڑ کر مائن اور منقی لینا

شروع کیا۔ الگنیاں باندھیں اور ذخیرے بھر لئے امیر اس لشکر کے ساتھ اس دو حصہ والے گاؤں میں جس کو "عور دروازہ" کہتے ہیں پہنچا۔ چند سرائیں دیکھیں کہ ہر ایک بہشت بریں کی طرح۔ اور ہر ایک کے سامنے بادشمال کی گذرگاہ پر ایک ایک باغ لگا ہوا موسم سرما یہیں وہاں مقام کیا گیا۔ سیستان سے نارنج اور ماژندران سے ترنج آنا شروع ہو گئے (الغرض) موسم سرما نہایت خوشی کے ساتھ گذارا۔ جب بہار آئی تو گھوڑے بادغلیس روانہ کر دیئے اور لشکر گاہ مالن میں دو نہروں کے درمیان منتقل ہوئی۔ جب گرمی آئی میوے آنا شروع ہو گئے۔ امیر نصر بن احمد نے کہا کہ گرمی میں کہاں چلیں کوئی مقام اس سے بہتر نہیں ہو سکتا۔ مہرگان میں چلیں گے۔ جب مہرگان آیا تو کہا کہ فصل مہرگان ہری میں چل کر کھائیں گے اور (پھر واپس) چلیں گے (الغرض) اسی طرح اس فصل سے اس فصل پر ٹالتا رہا۔ حتیٰ کہ چار سال اسی طرح گذر گئے۔ کیونکہ سامانیوں کی حکومت مضبوط۔ ملک آباد۔ اور ملک (دشمنوں کے حملے سے) پُر امن۔ لشکر فرمانبردار۔ زمانہ موافق۔ نصیبہ یاور تھا۔ مگر باوجود اس کے بھی سب لوگ گھبرا گئے۔ اہل و عیال کی تمنّا پیدا ہوئی لیکن بادشاہ کو مقیم دیکھا۔ کیونکہ ہری کی خواہش اس کے سر میں اور ہری کا عشق اس کے دل میں (موجود تھا) اثنار کلام میں ہری کو جنّت عدن سے مشابہ کرتا بلکہ جنّت پر ترجیح دیتا۔ اور بہارستان چین سے بالاتر بیان کرتا۔ لوگوں نے سمجھا کہ اس کو موسم سرما بھی وہیں گذارنے کا خیال ہے پس سرداران لشکر اور ارکان سلطنت استاد عبداللہ الرودکی کے پاس گئے۔ کیونکہ بادشاہ کے مصاحبوں میں اس سے بڑھکر کوئی بھی ذی عزّت اور مقبول سخن نہ تھا۔ اور کہا کہ "ہم آپ کو پانچ ہزار دینار پیش کریں گے اگر آپ کوئی ایسی صورت اختیار کریں کہ بادشاہ یہاں سے کوچ کر دے۔ کیونکہ ہمارے دل اہل و عیال کی تمنّا رکھتے ہیں اور اشتیاق بخارا میں ہماری جانیں نکلی جا رہی ہیں"۔ رودکی نے منظور کر لیا کیونکہ وہ امیر کی حالت سے واقف تھا اور اس کا مزاج جانتا تھا سمجھا کہ صفحہ ۴۸ نثر اس پر کچھ اثر نہ کرے گی۔ نظم کا قصد کیا اور ایک قصیدہ کہا۔ اور ایسے وقت کہ امیر صبوح لئے ہوئے تھا آیا اور اپنی جگہ بیٹھ گیا۔ جب قوالوں نے چنگ رکھا تو اس نے اٹھا لیا اور پردہ عشاق میں یہ قصیدہ شروع کیا ؂

جوئے مولیاں کی بو آرہی ہے (گویا) مہرباں دوست کی بو آرہی ہے

آگے چل کر کہتا ہے۔

موضع آمو کی ریت اور اُس کے راستہ کی سختی میرے پاؤں کے نیچے پرنیاں (ریشمی کپڑا) معلوم ہو رہی ہے۔ دوست کے دیدار کی خوشی کی وجہ سے دریا جیحوں کا پانی (باوجود گہرائی کے) ہمارے گھوڑوں کے کمر تک آرہا ہے (ہم خیال کرتے ہیں کہ ہم سب بآسانی گذر سکتے ہیں) اے بخارا تو خوش رہ اور دیر تک قائم رہ۔ تیرا بادشاہ تیری طرف خوش خوش آرہا ہے (اگر) بادشاہ چاند ہے اور بخارا آسمان (تو) چاند آسمان کی طرف آرہا ہے (اور اگر) امیر سرو ہے اور بخارا باغ تو سرو باغ کی طرف آرہا ہے۔ جب رودکی اس شعر پر پہنچا تو امیر اس قدر شرمندہ ہوا کہ تخت سے اُتر کر بغیر موزے پہنے ہوئے باری والے گھوڑے پر سوار ہو کر بخارا کا قصد کیا۔ حتیٰ کہ لوگ پاجامہ اور موزے دو فرسنگ تک امیر کے پیچھے پیچھے لے گئے۔ وہاں پہنے اور بخارا تک راستہ میں کہیں گھوڑا نہ روکا۔ اور رودکی نے اس پانچ ہزار سے دوگنا لشکر سے حاصل کیا۔ مَیں نے ۵۰۴ھ میں ابورجا احمد بن عبدالصمد العابدی زمیندار سے سمرقند میں سُنا کہ میرے دادا ابورجا نے بیان کیا کہ "اس مرتبہ جب رودکی سمرقند پہنچا تو چار سو اونٹ اس کے سامان لدے تھے"۔ بیشک وہ بزرگ اس شان و شوکت سے آراستہ تھا۔ آج تک کسی شخص نے اس قصیدہ کا جواب نہیں کہا کیونکہ اس کی طاقت ہی نہیں دیکھی کہ اس مشکلات سے بآسانی رہائی پاسکیں گے۔ عجم کے شیریں بیان و پاکیزہ طبیعت والوں میں ایک امیر الشعراء معزی تھا کہ اس کے اشعار میں رنگینی اور تازگی بے حد اور شیرینی و روانی بے انتہا ہوتی تھی۔ زین الملک ابوسعد ہندو بن محمد ہندو اصفہانی نے اس سے کہا کہ وہ اس قصیدہ کا جواب لکھے۔ اُس نے کہا کہ مجھ سے ناممکن ہے۔ ص ۴۹ بہت کاوش کی تو چند شعر کہے ان میں سے ایک یہ ہے ؎

رستم ماژندران سے آرہا ہے زین الملک اصفہان سے آرہا ہے

عقلمند جانتے ہیں کہ اس کلام اور اُس کلام میں کتنا فرق ہے۔ اور اس شیرینی کے ساتھ کون کہہ سکتا ہے کہ اس نے قصیدہ میں مدح کے سلسلہ میں بیان کیا ہے ؎

اگر خزانہ میں نقصان واقع ہوتا ہے (سخاوت کی وجہ سے مدح و ثنا اور فائدہ متصور ہوتا ہے)

اس شعر میں محاسن شعریہ کی سات صنعتیں ہیں۔ اوّل مطابقت۔ دُوسرے تضاد۔ تیسرے مردّف

چوتھے بیان مسلسل۔ پانچویں شیرینی۔ چھٹے فصاحت۔ ساتویں استواری۔ ہر استاد کہ جس کو علم شعر میں مہارت ہے جب ذرا بھی فکر کرے گا تو معلوم کرے گا کہ مَیں اس میں صاحب الرائے ہوں۔ والسّلام۔

حکایت۔ جو عشق سلطان یمین الدولہ محمود کو ایاز ترک کے ساتھ تھا مشہور و معروف ہی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ بہت ہی حسین تھا لیکن اس کا چہرہ شیریں سبز (نوخط برآمدہ) تھا۔ سڈول اعضا۔ خوش حرکات۔ عقلمند نرم گو تھا۔ اور مخلوق پرستی کے آداب اسے خوب حاصل تھے۔ اسی سبب سے اپنے زمانہ کے عجائبات سے تھا اور یہ تمام اوصاف وہ ہیں کہ عشق کو اُبھارتے اور دوستی کو برقرار رکھتے ہیں۔ سلطان یمین الدولہ محمود ایک دیندار اور متقی شخص تھا۔ عشق ایاز میں بہت خودداری سے کام لیتا تھا۔ حتیٰ کہ شریعت کے طریقہ اور شرافت کے راستہ سے ایک قدم بھی نہ ہٹا۔ ایک رات مجلس عشرت میں بجا لیکہ شراب اس میں اثر کر چکی تھی عشق نے اپنا کرشمہ دکھایا۔ ایاز کی زلف پر نظر کی۔ دیکھا کہ ایک عنبر ہے کہ چاند پر ڈھلک رہا ہے۔ اور ایک سنبل ہے کہ آفتاب کے چہرہ پر لپیٹ رہا ہے۔ زرہ کی طرح حلقہ حلقہ زنجیر کی طرح کڑی کڑی ہے۔ حلقہ میں ہزار دل اور ہر کڑی میں ہزار جان عشق نے اس کے صبر کے ہاتھ سے خودداری کی لگام لے لی عاشق کی طرح۔ ص۵ خود سے لپٹا لیا۔ کوتوال آمنّا وصدّقنا نے (ایمان لائے ہم اور تصدیق کی ہم نے۔ یعنی جذبہ ایمانی نے) گریبان شرع سے سر نکالا اور (گویا بصورت انسانی) سُلطان یمین الدولہ کے برابر کھڑا ہوا اور کہا خبردار محمود عشق کو گناہ میں نہ ملا۔ اور حسن کو باطل سے آلودہ نہ کر۔ کیونکہ اس لغزش سے ولایت عشق تجھ پر فتنہ برپا کرے گی اور اپنے باپ (آدمؑ) کی طرح جنّت عشق سے دُنیائے فسق کی تکلیف میں گر پڑیگا۔ اس کا سمع اقبال بہت سُننے والا تھا۔ یہ بات سُنی اور ڈرا کہ اس کے صبر کی سپاہ ایاز کی زلفوں کے لشکر پر فتح نہیں پا سکتی۔ چھری نکال کر ایاز کے ہاتھ میں دی اور کہا کہ لے اور اپنی دونوں زُلفیں کاٹ ڈال۔ ایاز نے آداب بجا لا کر اس کے ہاتھ سے چھری لی اور کہا کہ "کہاں سے کاٹوں"۔ محمود نے کہا کہ "آدھوں آدھ سے" ایاز نے زلفوں کو دوہرا کر کے اندازہ کیا اور فرمان بجا لایا اور اپنی دونوں زُلفیں محمود کے سامنے رکھدیں۔ کہتے ہیں کہ یہ فرمانبرداری عشق کے لئے ایک اور سبب ہو گئی۔ محمود نے زر و جواہر طلب کئے اور اپنی عادت مقررہ سے زائد ایاز کو

عطا کئے - اور انتہائی مستی کی وجہ سے سو گیا۔ جب نسیم سحری اس پر چلی تو خواب سے (اُٹھ کر) تخت شاہی پر آیا - جو کچھ اُس نے کیا تھا خیال آیا - ایاز کو بُلایا تو اُس کی دونوں زلفیں کٹی ہوئی دیکھیں - خجالت کی سپاہ نے اس کے دل پر حملہ کیا اور بد خوئی کا خمار اس کے دماغ پر غالب ہو گیا - کبھی اُٹھتا تھا - کبھی بیٹھتا تھا - ندیموں اور مصاحبوں میں سے کسی کی یہ مجال نہ تھی - کہ وہ دریافت کر سکتا کہ اس کی وجہ کیا ہے - یہاں تک آخر کار کہ علی قریب جو اس کا سب سے بڑا دربان تھا عنصری کے پاس گیا اور کہا کہ "تو سلطان کے پاس جا کر خود کو اس پر ظاہر کر اور کوئی ایسی تدبیر کر کہ سُلطان خوش ہو جائے" - عنصری بزرگ دربان کا فرمان بجا لایا اور سُلطان کے سامنے جا کر آداب بجا لایا - یمین الدولہ محمُود نے کہا کہ "اے عنصری میں اس وقت تیرا ہی خیال کر رہا تھا (کٹی ہوئی زلفوں کی طرف اشارہ کر کے) دیکھتا ہے یہ کیا پڑا ہے؟ ہم کو اس بارے میں کچھ حسب حال کہہ کر سُناؤ" - عنصری آداب بجا لایا اور فی البدیہہ کہا ؎

معشوق کی زُلفوں کے سرے کاٹنا کب داخل عیب ہے — اور یہ مغموم ہو کر اُٹھنے بیٹھنے کا کیا موقعہ ہے؟
یہ تو عیش و خوشی اور شراب طلب کرنے کا وقت ہے - کیونکہ سرو کا چھانٹنا اس کا آراستہ کرنا ہے -

صلہ سُلطان یمین الدولہ محمُود کو یہ دوبیتی بہت پسند آئی - اس نے فرمایا تو جواہرات حاضر کئے گئے تین مرتبہ اِس (عنصری) کا مُنہ جواہرات سے بھر گیا - قوالوں کو بُلایا گیا اور شام تک اُس روز اس دوبیتی کے ساتھ شراب پی گئی - اور اس کی وہ سختی اس دوبیتی کی وجہ سے جاتی رہی اور بہت مسرور ہو گیا - والسّلام -

واضح ہو کہ شاعری میں بدیہہ گوئی ایک اعلیٰ رُکن ہے - شاعر کو لازم ہے کہ اپنی طبیعت کو محنت اور کوشش کر کے اِس درجہ تک پہنچائے کہ بدیہہ گوئی میں معانی پیدا کر سکے کیونکہ بدیہہ گوئی کی وجہ سے خزانہ سے (شاعر کے انعام کو) روپیہ نکلتا ہے اور بادشاہ کو حسب حال ہی پسند آتا ہے - اور یہ سب باتیں مخدوم کے دل اور ممدوح کی طبیعت کی خوشنودی کے واسطے ہونا چاہیئے - شعراء نے جب کبھی بڑے بڑے انعامات حاصل کئے ہیں تو بدیہہ گوئی اور حسب حال بیان کرنے سے پائے ہیں -

حکایت - فرخی جولوغ - امیر خلف بانو کے غلام کا لڑکا اور سیستان کا رہنے والا تھا -

طبیعت نہایت اچھی پائی تھی - اس کے شعر بھی بہت اچھے ہوتے تھے اور چنگ بھی بہترین بجاتا تھا - زمینداران سیستان میں سے ایک زمیندار کی خدمت کرتا تھا - اور یہ زمیندار اس کو پانچ من دانے پیمانہ سے دو سو پیمانہ غلّہ اور سو درم نومی (چاندی) دیتا تھا جو اس کو کافی ہوتے تھے - لیکن اس نے خلف کی لونڈیوں میں سے ایک کے ساتھ شادی بھی کر لی - اب اس کا خرچ زیادہ ہو گیا - اس کی مقعد پھٹی (ناظرین معاف فرمائیں) فرخی بے سرو سامان ہو گیا - اور سیستان میں اس خاندان کے امراء کے سوا کوئی دوسرا شخص نہ تھا - فرخی نے زمیندار کو درخواست پیش کی کہ "میرا خرچ بڑھ گیا ہے - کیا اچھا ہو کہ زمیندار اپنی مہربانی سے میرا غلّہ ہزار پیمانہ اور نقد دو سو پچاس درم کر دیں تو شاید میرے خرچ کے مطابق ہو سکے" - زمیندار نے درخواست کی پشت پر حکم لکھا کہ "جو کچھ تجھے مل رہا ہے اس میں عذر نہیں اور اس سے زائد کی گنجائش نہیں"۔

جب فرخی نے سنا تو نا امید ہو گیا اور آنے جانے والوں سے خبریں معلوم کرتا رہا کہ اطراف عالم میں کسی ممدوح کا پتہ لگے تو اس طرف متوجہ ہو شاید کچھ بھلائی نصیب ہو حتیٰ کہ لوگوں نے اسے چغانیاں میں امیر ابو المظفر چغانی کی خبر دی کہ "وہ اس قسم کی تربیت کرتا ہے ص۱۵۲ اور اس جماعت کو صلہ و گرانبہا انعام دیتا ہے اور آج دنیا کے بادشاہوں اور موجودہ امیروں میں سے اس معاملہ میں کوئی اس کا ہمعصر نہیں" - ایک قصیدہ کہا اور اس طرف کا قصد کیا ۵

لباس کے قافلہ کے ساتھ میں سیستان سے چلا رتنہا) اور وہ لباس بھی ایسا تھا کہ جس کا تار دل کا تھا اور پود جان کا (پریشان حالی میں) بے شک قصیدہ بہت اچھا ہے اور اس میں بہت ہی خوبی سے شعر کی تعریف کی ہے - اور مدح خود بھی بے نظیر ہے - پس سامان تیار کیا اور چغانیاں کی طرف روانہ ہوا - جب چغانیاں کی بارگاہ میں پہنچا تو بہار کا زمانہ تھا - اور امیر داغ گاہ (جہاں گھوڑوں کے داغ لگائے جاتے ہیں) میں تھا - میں نے سنا ہے کہ اس کے پاس اٹھارہ ہزار بہترین گھوڑیاں تھیں اور ہر ایک کے ساتھ ایک ایک بچھیرا - ہر سال جا کر بچھیروں کو داغ دیا کرتا تھا عمید السعد کہ امیر کا وزیر تھا بارگاہ میں موجود تھا اور مہمان نوازی کا سامان تیار کر رہا تھا - تاکہ امیر کے واسطے لیجائے - فرخی اس کے پاس گیا اور اس کو بھی قصیدہ سنایا اور وہ اشعار جو امیر کے واسطے لکھے تھے پیش کئے - خواجہ عمید السعد ایک فاضل اور شاعر دوست شخص تھا - فرخی کا کلام نہایت بہتر - بہترین اور

اُستادانہ دیکھا اور فرخی کو دیکھا تو وہ ایک سیستانی لاغر شخص۔ جبہ آگے پیچھے پھٹا ہوا اور ایک بڑی سی سیستانی پگڑی سر پر۔ جوتا اور پاؤں میلے اور خراب۔ اور حالت یہ کہ آپ کا ہر شعر آسمان ہفتم سے بلند۔ قطعی باور نہیں کیا کہ یہ اشعار اس سیستانی کے لائق ہو سکتے ہیں؟ بطریق امتحان کہا کہ "امیر داغگاہ میں ہے۔ میں اس کے پاس جاؤں گا اور تجھے بھی اپنے ساتھ داغگاہ لے چلوں گا۔ داغگاہ ایک عجیب خوش منظر مقام ہے۔ جہاں تجھے ایک سبزہ کا عالم نظر آئیگا۔ جا بجا خیمہ نصب ہیں اور ہر ایک میں مثل ستارہ کے چراغ روشن اور ایک (خیمہ) سے گانے کی آواز آرہی ہے۔ یاران طریقت بیٹھے ہوئے شراب پی رہے اور عیش کر رہے ہیں۔ امیر کی بارگاہ کے قریب آگ جل رہی ہے اور کچھ لوگ پہاڑی گھوڑیوں اور بچھروں کو داغ لگا رہے ہیں۔ بادشاہ ایک ہاتھ میں جام شراب اور دوسرے ہاتھ کمند لئے ہوئے شراب پی رہا ہے اور گھوڑے بخش رہا ہے۔ تو ایک ایسا قصیدہ کہو کہ مناسب حال ہو۔ اور داغگاہ کی تعریف کر۔ میں تجھے امیر کے پاس لے چلوں گا"۔ فرخی اس رات چلا گیا اور ایک بہترین قصیدہ لکھا اور صبح کے وقت خواجہ عمید السعد کے پاس لایا اور وہ قصیدہ یہ ہے۔

جب سبزہ زار نیلے رنگ کا پرند (موٹی کپڑا) اپنے جسم پر پہن لیتا ہے۔ تو اس کے عکس سے) ہفت رنگ کے پرنیاں پہاڑ نظر آنے لگتے ہیں (پرنیاں ریشمی کپڑا)۔

ص۵۳ ہرن کی ناف کی طرح خاک سے بے انتہا مشک پیدا ہو رہا ہے۔ بید میں طوطی کے پروں کی طرح بے شمار پتے نکل رہے ہیں۔ کل صبح کے وقت نسیم بہار کی بولائی۔ کیا اچھی باد شمالی تھی اور کیا اچھی بوٹے بہار تھی۔ گویا ہوا اپنی آستین میں گھسا ہوا مشک رکھتی ہے۔ اور باغ جلوہ کے معشوق اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہے۔ نسترن اپنے ہار میں سفید موتی رکھتی ہے۔ اور ارغوان اپنی بالی میں بدخشاں کا لعل رکھتی ہے۔ جب سے شاخ گل پر سرخ شراب کے پیالے نکل آئے ہیں۔ آدمیوں کے ہاتھ نیچے چنار کی طرف سے کھچ گئے ہیں (ادھر نہیں جاتے) باغ گوناگون لباس پہنے ہے اور شاخیں نیرنگیاں دکھا رہی ہیں۔ پانی موتی کی طرح (صاف) ہے اور ابر موتی برسا رہا ہے یقینی تو خیال کرے گا۔ کہ سرسبز باغوں نے بادشاہ کی داغگاہ سے رنگین خلعتیں پائی ہیں۔ بادشاہ کی داغگاہ اس وقت اس قدر شگفتہ ہے۔ کہ اس کی شگفتگی سے زمانہ متحیر رہ گیا ہے تو سبزہ کے اندر سبزہ دیکھے گا جیسے آسمان میں آسمان۔ خیمہ میں خیمہ اس طرح ہے جیسے چاندی کے قلعہ میں قلعہ

جہاں بھی خیمہ ہے وہاں ایک عاشق اپنے مست دوست کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور جہاں سبزہ ہے
وہاں ایک دوست اپنے دوست کے دیدار سے خوش ہے۔ سبزے اور پھر سبک دست سیاہ زندوں کے
چنگ کی آواز کے ساتھ۔ خیمے اور پھر مے گسار ساقیوں کی آواز "نوش" کے ساتھ (عجب لطف ہے)
عشاق بوس و کنار میں اور معشوق ناز و عتاب میں ہیں۔ قوال گلنے بجانے میں اور سوئے ہوئے
نیند اور خمار میں ہیں۔ فتحمند بادشاہ کے سراپردہ کے دروازہ کے پاس داغ لگانیکے واسطے آفتاب
کی طرح آگ جل رہی ہے۔ آگ کے شعلے دیبائے زرد کے جھنڈوں کی طرح ہیں۔ جو جوان آدمی کی طبیعت
کی طرح ہیں اور خالص سونے کی طرح زرد۔ داغ کے آلے یاقوت جیسے سُرخ مونگے کی شاخوں کی طرح
ہیں۔ اور ہر ایک انار دانہ کی طرح آگ میں نظر آرہا ہے۔ نہ سوئی ہوئی آنکھیں صف بصف ہیں
(تیر باری کے لئے) اور داغ نہ لگائے ہوئے گھوڑے قطار در قطار ہیں مبارک عادت والا
بادشاہ دریا سے گذر جانے والے گھوڑے پر (اس طرح بیٹھا ہے) جیسے اسفندیار جنگل ہیں کمان
لئے ہوئے ہو۔ مرد کے معشوقوں کی زلفوں کی طرح گیسو پیچ و تاب کھائے ہوئے ہیں۔ اور
پُرانے دوستوں کے عہد کی طرح مضبوط ہیں۔ امیر عادل ابوالمظفر بادشاہ اپنے متعلقین کیساتھ
خوش و خورم مقصدور اور بامراد ہے۔ جس کو اُس نے کمند کے نشانہ میں لے لیا۔ اس کا نام اس کے
سرین، شانہ اور چہرے پر لکھ گیا جس کو اس طرف داغ لگایا اُس طرف سے بخش دیا۔ شاعروں کو
لگام کے ساتھ اور دیکھنے والوں کو باگ ڈور کے ساتھ۔

ص ۵۴ خواجہ عمید السعد نے جب یہ قصیدہ سُنا تو متحیر ہو کر رہ گیا کیونکہ اس نے کبھی ایسا قصیدہ
نہ سُنا تھا۔ تمام کاروبار چھوڑ دیئے اور فرخی کو بٹھا کر خود امیر کی خدمت میں گیا (عصر کے بعد)
دُھوپ زرد ہو چکی تھی کہ امیر کے پاس پہنچا اور کہا کہ اے خداوند میں آپ کیلئے ایک ایسا شاعر
لایا ہوں۔ کہ جب سے دقیقی نے نصاب خاک میں مُنہ چھپایا ہے۔ کسی نے اس جیسا شاعر نہیں دیکھا
اور جو کچھ گذرا تھا بیان کیا۔ پس امیر نے فرخی کو اجازت دی۔ جب اندر آیا تو آداب بجا لایا۔
امیر نے مہربانی کا اقرار کیا اور اچھی جگہ بٹھایا۔ اس کے حالات دریافت کئے اور اس کے ساتھ
مہربانی سے پیش آیا اور اپنی عنایت و مہربانی کا اُمیدوار بنایا۔ جب شراب کے چند دور گذر چکے تو
تو فرخی اُٹھا اور دردناک و خوش آواز سے یہ قصیدہ پڑھا ص

یں لباس کے قافلہ کے ساتھ سیستان سے چلا
جب تمام پڑھ چکا تو کیونکہ امیر شعر شناس تھا اور خود بھی شعر کہتا تھا۔ اس قصیدہ سے بہت خوشی کی۔ عمید السعد نے کہا کہ اے خداوند! ذرا ٹھہریئے تاکہ آپ اس سے بہتر دیکھیں پس فرخی خاموش ہو گیا۔ اور امیر کے انتہائی مخمور ہونے تک چپ رہا۔ پھر کھڑا ہوا اور وہی داغگاہ والا قصیدہ پڑھا۔ امیر متحیر ہو گیا اور اسی حیرت میں فرخی کیطرف رخ کیا۔ اور فرمایا تو ہزار بچھیرے لائے گئے۔ "سب سفید منہ اور سفید پیروں والے ختلی تیری راہ پر ہیں تو سیستانی اور چالاک آدمی ہے جس قدر تجھ سے ممکن ہو لیلے سب تیرے ہو جائیں گے۔"

فرخی میں شراب اثر کر چکی تھی۔ باہر آیا اور سر سے پگڑی اتار دی اور اصطبل میں گھس گیا۔ اور ایک گلہ ہانکتا ہوا میدان سے باہر بھگا لے گیا۔ دائیں بائیں ہر طرف سے بہت دوڑایا۔ لیکن ایک بھی نہ پکڑ سکا۔ آخر کار لشکر گاہ کے پاس ایک ویران سرائے دکھائی دی۔ بچھیرے اس سرائے میں گھس گئے۔ فرخی بہت تھک گیا تھا۔ انتہائی مستی اور تکان کی وجہ سے سرائے کی دہلیز پر سر کے نیچے پگڑی رکھ کر فوراً سو گیا۔ لوگوں نے بچھیروں کو شمار کیا تو ۴۲ تھے اور جا کر امیر سے حال کہا۔ امیر بہت ہنسا اور خوش ہو کر کہنے لگا کہ "آدمی اقبال مند ہے اس کا مرتبہ بلند ہو گا۔ بچھیروں کی نگہبانی کی جائے اور جب وہ اٹھے تو مجھے بھی اٹھایا جائے۔" بادشاہ کے فرمان کی صـ۵۵ـ تعمیل کی گئی۔ دوسرے روز طلوع آفتاب کے وقت فرخی اٹھا امیر خود اٹھ چکا تھا۔ نماز پڑھ کر (دربار میں) حاضر ہونے کی اجازت دی۔ اور فرخی کے ساتھ بہت نوازش فرمائی اور وہ بچھیرے اس کے لوگوں کو دیدیئے۔ فرخی کو ایک گھوڑا خاصہ کے ساز و سامان کے ساتھ اور ایک خیمہ تین خچر۔ پانچ غلام۔ پہننے اور بچھانے کے کپڑے مرحمت فرمائے۔ اور فرخی کا مرتبہ اس کی خدمت میں بلند ہوا اور پوری شان و شوکت حاصل کی۔ پھر سلطان یمین الدولہ کی خدمت میں گیا۔ جب سلطان محمود نے اس کو ایک شان و شوکت والا دیکھا تو اسی نظر سے دیکھا اور اس کا مرتبہ اس درجہ بڑھ گیا کہ بیس غلام نقرئی پٹکا والے (دربار میں) اس کے پیچھے بیٹھتے تھے۔ والسلام۔

حکایت ۵۱۰ھ میں بادشاہ اسلام سنجر بن ملک شاہ (اللہ تعالیٰ اس کی عمر دراز کرے اور ہمیشہ بلندی کی طرف عروج پانے والا رکھے) علاقہ طوس کے دشت تراق میں رونق افروز

ہوئے اور دو ماہ وہاں قیام کیا۔ میں بسلسلہ تلاش معاش اس بارگاہ تک پہنچا میرا ساز و سامان اور شان و شوکت کچھ بھی نہ تھا۔ میں نے ایک قصیدہ کہا اور امیر الشعرا معزی کے پاس گیا اور اس سے ابتدا کی۔ اس نے میرے شعر دیکھے اور مجھے چند طریقوں سے جانچا میں اس کی منشار کے مطابق نکلا بہت تعظیم اور احترام سے پیش آیا۔ میں نے اس کے سامنے زمانہ کی زیادتی بیان کر کے شکایت کی۔ اس نے مجھے تسلی دی اور کہا کہ "تو نے اس علم میں بہت کاوش کی ہے اور اس کو پورے طریقہ سے حاصل کیا ہے یقیناً وہ اپنا اثر دکھائیگا میرا حال بھی یہی تھا (لیکن آج تک) کوئی اچھا شعر ضائع نہیں ہوا ہے۔ تجھے اس فن سے دلچسپی ہے۔ تیرا کلام مناسب اور شیریں ہے اور ابھی روبہ ترقی ہے صبر کرتا کہ تو اس علم کی بھلائیاں دیکھے اگر زمانہ ابتدا میں (تجھے آسائش دینے میں تنگی کرتا ہے لیکن آخر کار تیری منشار کے مطابق کام ہوگا۔ میرا باپ امیر الشعرا برہانی رحمۃ اللہ علیہ ملک شاہ کے زمانہ میں شہر قزوین میں دنیائے فانی سے عالم بقار کو منتقل ہوا اور مجھے اپنے اس قطعہ میں جو بہت مشہور ہے اس نہیت سے سلطان ملک شاہ کے سپرد کیا[۹]

میں چلا گیا اور میرا فرزند بہتر جانشین آگیا میں اسے خدا اور بادشاہ کے سپرد کرتا ہوں

ص۵۶ پس میرے باپ کا وظیفہ اور روزینہ میری طرف منتقل ہوا اور میں ملک شاہ کا شاعر ہوگیا۔ اور ایک سال بادشاہ کی خدمت میں اس طرح گذارا کہ سوائے مقررہ وقت کے میں اسے دور سے بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ لیکن اس وظیفہ اور روزینہ سے ایک من (غلہ) یا ایک دینار بھی مجھے نہ ملا۔ میرے اخراجات بڑھ گئے اور میری گردن پر بار قرض ہوگیا۔ اور میرے خیال میں اب کام بہت مشکل ہوگیا اور حالت یہ تھی کہ خواجہ نظام الملک رحمۃ اللہ علیہ اس سبب سے کہ ان میں شعر سمجھنے کی قابلیت نہ تھی شعرا کے حق میں اچھا اعتقاد نہ رکھتے تھے۔ نہ اماموں اور صوفیوں کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ ایک دن جبکہ اس کے دوسرے روز رمضان کا چاند ہونیوالا تھا۔ اور میرے پاس رمضان اور عید کے اخراجات کے لئے ایک دانگ بھی نہ تھا۔ میں اس مایوسی میں علاء الدولہ امیر علی فرامرز کے پاس گیا۔ کیونکہ وہ بادشاہ زادہ شعر دوست۔ سلطان کا خاص مصاحب اور اس کا داماد بھی تھا اور بہت محترم و بیباک تھا اور اس حکومت میں بڑے عہدہ پر ممتاز تھا اور میری تربیت بھی کرتا تھا میں نے عرض کیا کہ خداوند کی عمر دراز ہو۔ ہر کام جو باپ کر سکتا ہے بیٹا نہیں کر سکتا

جو کچھ باپ سے ہو سکتا ہے بیٹے سے نہیں ہو سکتا۔ میرا باپ ایک چالاک اور لاغر شخص تھا اس صنعت سے روزی خوار۔ اور خداوندجہاں اسپ ارسلاں کا اس کے حق میں اچھا اعتقاد تھا جو کچھ اس سے ہو سکا مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ مجھے حیا مانع ہے اور نازک طبعی اس حیا کے ساتھ رفیق۔ میں نے ایک سال خدمت کی اور ایک ہزار دینار کا قرضدار ہو گیا۔ لیکن ایک دانگ بھی نہ پایا۔ میری تنخواہ دلا دیجے تاکہ میں نیشاپور چلا جاؤں اور قرض ادا کردوں اور جو کچھ باقی رہے اس پر قناعت کروں۔ اور حکومت عالیہ کو دعا دوں۔ امیر علی نے کہا کہ "تو سچ کہتا ہے۔ ہم سب نے غلطی کی ہے اور آئندہ نہ کریں گے۔ بادشاہ مغرب کے وقت چاند دیکھنے باہر آئے گا تجھے چاہیئے کہ وہاں حاضر ہو۔ دیکھ کہ زمانہ کیا رنگ دکھاتا ہے"۔ اس وقت مجھے سو دینار مرحمت فرمانے کو کہا تاکہ میں رمضان کا سامان تیار کروں۔ فوراً سو دینار نیشاپوری سکہ شاہی لائے گئے اور میرے سامنے رکھے۔ میں بہت ہی خوش ہوتا ہوا واپس ہوا۔ رمضان کا سامان تیار کیا اور دوسری نماز کے وقت سلطان کے سراپردہ پر حاضر ہو گیا۔ اتفاقاً علاء الدولہ بھی اس وقت پہنچ گیا۔ میں آداب بجا لایا فرمایا کہ "بہت اچھا کیا اور وقت پر پہنچا"۔ پھر (سواری سے) نیچے اتر کر سلطان کی خدمت میں چلا گیا۔ دھوپ پیلی پڑنے پر (قریب مغرب) سلطان محل سے باہر آیا۔ کمان گردہہ ہاتھ میں تھی اور علاء الدولہ داہنی جانب۔ میں دوڑا اور آداب بجا لایا۔ ص ۵۷ امیر علی نے بہت تعریف کی۔ پھر چاند دیکھنے میں مشغول ہو گئے۔ سب سے پہلے بادشاہ نے چاند دیکھا بہت خوش ہوا۔ علاء الدولہ نے مجھے کہا۔ "پسر برہانی اس نئے چاند کے بارے میں کچھ کہہ"۔ میں نے فوراً کھڑے ہو کر یہ رباعی کہی ؎

اے چاند گویا تو معشوق کے ابروؤں کی طرح ہے — یا نہیں بادشاہ کی کمان کی طرح ہے
یا ایک خالص سونے کا نعل لگا ہے — یا تو آسمان کے کان میں ایک بالی ہے

جب میں نے پیش کی تو امیر علی نے بہت تعریف کی۔ سلطان نے کہا کہ "جا اور اصطبل سے جو گھوڑا تو چاہے کھول لے"۔ اس وقت ہم اصطبل کے پاس ہی تھے۔ امیر علی نے ایک گھوڑا امیر نامزد کیا اور لوگوں نے حاضر کیا اور میرے ملازمین کو دیدیا۔ جو تین ہزار نیشاپوری دینار کی قیمت کا تھا۔ سلطان مصلے پر گیا۔ میں نے بھی سلطان کی خدمت میں مغرب کی نماز ادا کی۔ پھر دستار خوان پر پہنچے۔ دستار خوان پر (پہنچکر) امیر علی نے کہا کہ "خداوند جہاں نے جو کچھ انعام عطا فرمایا ہے

اس کے بارے میں تو نے کچھ نہیں کہا۔ ایک رباعی کہہ۔" میں فوراً کھڑا ہو گیا اور آداب بجالا کر جس طرح بھی ہو سکا فوراً یہ رباعی کہی ؎

جب بادشاہ نے میرے دل کی رگ دیکھی — پس خاک سے اُٹھا کر مجھے چاند کی بلندی پر دیا
پانی کی طرح (رواں) ایک رباعی مجھ سے سُنی — اور ہوا کی طرح (تیز) ایک خاصہ کا گھوڑا مجھے عنایت فرمایا

جب میں نے یہ رباعی پڑھی تو علاء الدولہ نے بہت تعریف کی اور اس کی تعریف کرنیکی وجہ سے سُلطان نے مجھے ہزار دینار عطا فرمائے۔ علاء الدولہ نے کہا کہ "اس کا وظیفہ اور روزینہ بھی نہیں پہنچا ہے میں کل خواجہ سے عرض کروں گا کہ اس کا وظیفہ ڈیوڑھی سے عطا ہو جائے اور روزینہ اصفہان سے ادا کرنے کو لکھے"۔ بادشاہ نے کہا کہ "تو شاید ایسا کر سکتا ہے دُوسرے کی مجال (بزرگی) نہیں۔ اور اس کو میرے لقب سے بلایا جائے"۔ سلطان کا لقب "معز الدنیا والدین" تھا۔ امیر علی نے مجھے "خواجہ معزی" کہا لیکن بادشاہ نے "امیر معزی" فرمایا الغرض اس بزرگ زادہ بزرگ نے کچھ ایسا کام کیا کہ دُوسرے روز ظہر کی نماز کے وقت ہزار دینار مجھے عنایت ہوئے اور دو سو دینار وظیفہ نیز ہزار من غلّہ روزینہ مجھے پہنچ گیا۔ جب رمضان کا مہینہ ختم ہُوا تو مجھے دربار میں بُلایا اور بادشاہ کا مصاحب کر دیا۔ اب میرا اقبال بلند ہوتا گیا۔ ص ۵۸ اس کے بعد بھی میری خبر گیری کرتا رہا اور آج میں جو کچھ بھی رکھتا ہوں اس بادشاہ زادہ کی عنایت سے رکھتا ہوں۔ خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کی خاک کو انوار رحمت سے خوش کرے۔

حکایت۔ یوں تو آل سلجوق سب ہی شعر دوست تھے لیکن طغان شاہ بن الپ ارسلان سے بڑھ کر کوئی شعر دوست نہ تھا۔ اس کی مجلس گفتگو اور محفل عیش سب شعر کے ساتھ ہی ہوتی تھیں۔ اور اس کے مصاحب تمام شعراء تھے مثلاً امیر عبداللہ قریشی۔ ابو بکر ازرقی۔ ابو منصور ابو یوسف۔ شجاعی نسوی۔ احمد بدیہی۔ حقیقی اور نسیمی۔ یہ تو خدمت میں تربیت پانے والے تھے۔ اور آتے جاتے تو بہت سے تھے۔ اور سب اس کے روزی خوار اور خوش تھے۔ مگر ایک روز امیر احمد بدیہی کے ساتھ نرد کھیل رہا تھا اور دس ہزاری پانسہ نیچے پڑ گیا تھا۔ امیر دو پانسہ ششدر میں رکھتا تھا اور احمد بدیہی کے دو پانسہ یکدر میں۔ امیر کی چال تھی بہت احتیاط کے ساتھ چلا۔ چاہتا تو تھا دو چھکے چلے لیکن دو یکے نکلے۔ بہت غصّہ ہُوا اور از خود رفتہ ہو گیا۔ اور اس کا موقع بھی تھا

اور اس کا غصہ اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ ہر وقت تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالتا تھا۔ اور مصاحب درخت کے پتہ کی طرح کانپ رہے تھے۔ کیونکہ بادشاہ تھا اور نوعمر نیز اپنی مال سے ہارا ہوا۔ ابوبکر ارزقی اٹھا اور قوالوں کے پاس جاکر یہ رباعی پڑھی ؎

اگر بادشاہ نے دو چھکے چلنے چاہے اور یکے کی چال پڑ گئی۔ تو تو یہ خیال نہ کرنا کہ پانسوں نے داد نہیں دی۔ اس (پہلی) چال نے جب بادشاہ کی رائے کو یاد کیا۔ تو بادشاہ کی خدمت میں خاک پر منہ رکھ دیا (کیونکہ پانسہ الٹے ہوگئے تھے) ابومنصور ابویوسف نے ۵۰۹ھ میں جب میں ہرات گیا تو مجھ سے بیان کیا کہ "امیر طغان شاہ اس رباعی سے اس قدر مسرور شگفتہ ہوا کہ ارزقی کی آنکھوں پر بوسہ دیا اور زر طلب کیا۔ پانچ سو دینار اس کے منہ میں بھرنے شروع کئے یہاں تک کہ ایک دینار باقی رہگیا تھا۔ ص ۵۹ اور بہت ہی مسرور ہوا اور انعام دیا۔ اس کا سبب وہی ایک رباعی تھی۔ خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے دونوں پر اپنی رحمت فرمائے۔

حکایت۔ ۴۷۲ھ (۱۰۷۹ء) کے مہینوں میں ایک صاحب غرض نے سلطان ابراہیم کو درخواست پیش کی کہ اس کے سیف الدولہ امیر محمود کا ارادہ ہے کہ ملک شاہ کی خدمت میں عراق کی طرف چلا جائے۔ بادشاہ کو غیرت آئی تو ایسا کیا کہ اس کو یکایک گرفتار کرلیا اور باندھ لیا۔ اور قلعہ میں بھیجدیا۔ اس کے مصاحبوں کو بھی قید کر کے الگ الگ قلعوں میں روانہ کر دیا۔ ان سب میں سے ایک مسعود سعد سلمان بھی تھا۔ اس کو وجیرستان کے قلعہ نائے میں بھیجا گیا۔ اس نے قلعہ نائے سے ایک رباعی بادشاہ کی خدمت میں روانہ کی (مسعود سعد کہتا ہے)

اے بادشاہ تیری قید میں ملک شاہ چاہیئے۔ کیونکہ تیری بیڑی تاجدار کے پاؤں کے لائق ہے اور جو شخص سعد سلمان کی نسل سے پیدا ہو۔ وہ اگر زہر بھی ہو جائے تو بھی تیرے ملک کو آزار نہیں پہنچا سکتا۔ یہ رباعی علی خاں سلطان کے پاس لے گیا لیکن اس پر کچھ اثر نہ کیا۔ عقلمند اور انصاف پسند جانتے ہیں کہ مسعود کے خیالات بلندی میں کس درجہ پر ہیں۔ اور فصاحت میں کس مرتبہ پر۔ اکثر ایسا ہوتا کہ میں اس کے اشعار پڑھتا ہوں تو میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ میری آنکھ سے اشک جاری ہو جاتے ہیں۔ یہ سب اشعار اس کے سامنے پڑھے گئے لیکن وہ کسی موقع پر بھی نہ پسیجا۔ دنیا سے چلا گیا اور اس آزاد مرد کو قید خانہ میں چھوڑ گیا۔

اس کے قید کی میعاد سیف الدولہ کے قریبی مصاحب ہونیکی وجہ سے بارہ سال تھی (اور سلطان مسعود ابراھیم کے زمانہ میں بسبب قربت مصاحبت) ابو نصر پارسی کو آٹھ سال کی سزا تھی اور جس قدر قصائد روشن اور بہترین موتی اس کی نازک طبیعت سے نکلے ان میں سے ایک بھی نہ سنا گیا اور آٹھ سال کے بعد ثقۃ الملک طاہر علی مشکان نے حسن اس کو قید سے چھڑایا۔ اور ان سب شریف آدمیوں نے اس کی حکومت کے زمانہ میں اپنی تمام عمر قید خانہ میں بسر کی۔ اور یہ بدنامی اس بزرگ خاندان پر باقی رہ گئی لیکن میں یہاں متردد ہوں کہ اس کیفیت کو کس حالت پر نقل کروں۔ ثبات رائے پر یا طبیعت کی غفلت پر۔ یا سخت دلی پر یا عداوت پر لیکن کسی حالت میں بھی پسندیدہ نہیں ہے۔ میں نے نہیں دیکھا کہ کسی عقلمند نے اس حکومت کی اس حزم و احتیاط پر تعریف کی ہو میں نے سلطان عالم غیاث الدنیا والدین سے ہمدان کے دروازہ پر امیر شہاب الدین التمش الغازی (جو اس کا بہنوئی تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو پاک کرے اور جنت میں ان کے مرتبہ بڑھائے) کے واقعہ انتقال میں سنا کہ "دشمن کو قید میں رکھنا بدلی کی علامت ہے۔ کیونکہ دو حال سے خالی نہیں یا تو مصلح یا مفسد اگر مصلح ہے تو قید میں رکھنا ظلم ہے۔ اور اگر مفسد ہے تو اسے زندہ چھوڑنا بھی ظلم ہے" الغرض حیات مسعود اور یہ بدنامی حشر تک باقی رہی۔

حکایت۔ خاقانیوں کا ملک سلطان خضر بن ابراھیم کے زمانہ میں عجب ترتیب و تازگی رکھتا تھا۔ انتظامات اور شان و شوکت و دبدبہ وہ تھا کہ اس سے قبل نہ تھا۔ اور وہ ایک عادل۔ ملک آرا۔ عقلمند شخص تھا۔ ماوراء النہر اور ترکستان اس کے قبضہ میں تھا۔ اور خراسان کی طرف سے اسے کلی اطمینان حاصل تھا۔ عزیز داری۔ دوستی۔ عہد و پیمان قائم تھا منجملہ اس کے اور شان و شوکت کے ایک یہ تھا کہ جب وہ (سواری) بیٹھ کر چلتا تھا تو اور دوسرے ہتھیار والوں کے علاوہ سات سو گرز چاندی سونے کے لوگ لیکر اس کے گھوڑے کے آگے چلتے تھے۔ اور بہت شاعر دوست تھا۔ استاد رشیدی۔ امیر عمعق۔ نجیبی فرغانی۔ نجار ساغرجی۔ علی بانیذی۔ پسر درغوش۔ پسر اسفرائینی۔ علی سپہری نے اس کی خدمت میں بڑے بڑے صلے حاصل کئے اور بہترین خلعتیں پائیں۔ امیر عمعق امیر الشعرا تھا۔ اور اس حکومت سے بہرہ پائے تھے۔ اور اسباب شان و شوکت مثلاً ترک غلام۔ خوبصورت لونڈیاں۔ راہوار گھوڑے۔ زردوزی ساز و سامان۔ بہترین خلعتیں پائے تھا۔ لونڈی غلام

زر وزیور بہت کافی تھا۔ اور بادشاہ کی مجلس میں بہت محترم تھا۔ حسب ضرورت دُوسرے شعراء کو صلہ[61] اس کی خدمت کرنا لازمی تھی۔ اُستاد رشیدی وہ طبیعت رکھتا تھا کہ دُوسرے کی ہونا مشکل ہے۔ اگرچہ رشیدی جوان تھا لیکن عالم تھا سو صنعتوں والے قصیدے میں اسکی مدحیہ زینت تھی اور خضر خان کی تمام بیگمات اس کے فرمان میں تھیں اور بادشاہ کی بہت زیادہ مقرب تھیں۔ رشیدی اس کی مدح کرتا تھا۔ حتیٰ کہ اس کا مرتبہ بڑھا اور اس نے سید الشعرائی پائی اور بادشاہ کا اسکے ساتھ اچھا اعتقاد ہو گیا اور بڑے بڑے صلے عنایت کیے۔ ایک روز بادشاہ نے رشیدی کی غیبت میں عمق سے پُوچھا کہ "عبدالرشید رشیدی کے اشعار کے متعلق تم کیا خیال رکھتے ہو" عرض کیا کہ "شعر تو نہایت عُمدہ۔ پاک و صاف ہوتے ہیں لیکن (اشعار میں) کچھ نمک کی ضرورت ہے"۔ زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ رشیدی آپہنچا اور آداب بجالا کر چاہتا تھا کہ اپنی جگہ بیٹھے لیکن بادشاہ نے اسے اپنے پاس بُلایا اور بطور زجر جیسا کہ بادشاہوں کی عادت ہوتی ہے کہا کہ "میں نے امیر الشعراء سے دریافت کیا کہ رشیدی کے اشعار کیسے ہوتے ہیں"۔ تو اس نے کہا کہ "اچھے ہوتے ہیں مگر بے نمک ضرور ہوتے ہیں"۔ اس بارے میں دو ایک شعر کہنا چاہیئے۔ رشیدی آداب بجالایا اور اپنی جگہ آکر بیٹھ گیا۔ اور فی البدیہہ یہ قطعہ کہا ع

تو نے میرے اشعار میں بے نمکی کا عیب ظاہر کیا بجا ہے اور درست ہے۔ میرے اشعار تو شہد اور شکر کی طرح ہوتے ہیں اور ان دونوں میں نمک اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ تیرا کہا ہوا شلغم اور باقلا ہے۔ اے دیوث نمک کی تجھے ضرورت ہے۔

جب پیش کیا تو بادشاہ کو بہت اچھا معلوم ہوا۔ ماوراالنہر میں رسم و عادت ہے کہ بادشاہوں کے دربار یا دُوسری مجلسوں میں سونے چاندی کے طباق بھر کر رکھے جاتے ہیں اور اس کو "سیم طاق یا جفت" کہتے ہیں۔ خضر خان کی مجلس میں بھی بخشش کے واسطے چار طباق زرِ سُرخ کے بھر کر رکھے جاتے تھے اور ہر ایک میں دو سو پچاس دینار ہوتے تھے۔ خضر خان مُٹھی بھر بھر کر عنایت کرتا تھا۔ لیکن اس روز چاروں طباق رشیدی کو مرحمت فرما دیئے۔ اسے بہت عزت حاصل ہوئی اور مشہور ہو گیا۔ کیونکہ جس طرح ممدوح شاعر کے اچھے شعر سے مشہور ہوتا ہے۔ اسی طرح شاعر بھی بادشاہ کے اکرامات سے مشہور ہوتا ہے۔ اور یہ دونوں باتیں لازم و ملزوم ہیں صہ ۶۲

حکایت - ابوالقاسم فردوسی زمینداران طوس میں سے تھا اور اس گاؤں کا رہنے والا تھا جسے باژ کہتے ہیں جو طبرستان کے نواح میں واقع ہے اور وہ ایک بڑا گاؤں ہے۔ اس سے ہزاروں لائق شخص نکلتے ہیں۔ فردوسی اس گاؤں میں اچھی شان رکھتا تھا۔ چونکہ ان زمینوں کی آمدنی کی وجہ سے اپنے اخراجات سے بے نیاز تھا۔ اور اپنے بعد ایک لڑکی کے سوا کوئی (اولاد) نہ رکھتا تھا شاہنامہ نظم کر رہا تھا اور اُسے یہ اُمید تھی کہ اس کتاب کے صلہ سے لڑکی کا جہیز تیار کرے پچیس سال تک اس کتاب میں لگا رہا۔ اور حقیقتاً کچھ باقی نہ چھوڑا اور کلام کو آسمان علیین تک پہنچا دیا شیرینی میں چشمہ شیریں کے برابر کر دیا۔ اور کس طبیعت کو یہ قدرت ہو سکتی ہے کہ کلام کو اس مرتبہ پر پہنچا سکے جس مرتبہ پر اس نے پہنچایا۔ اس خط میں کہ زال۔ سام نریمان کو ماژندران میں درانحالیکہ وہ بادشاہ کابل کی لڑکی رودابہ سے عقد کرنا چاہتا تھا لکھتا ہے ؎

ایک خط سام نریمان کو روانہ فرمایا — جو سر پا سلام۔ خوشی اور خرمی تھا
پہلے جہان پیدا کرنیوالے خدا کو یاد کیا — کہ جس نے انصاف فرمایا اور انصاف کیا
اسکی طرف سے سام نریمان کو سلام پہنچے — جو صاحب سیف و گرز و خود ہے

جو گرد و غبار (جنگ) کے موقع پر گھوڑے ٹہلانیوالا ہے (جنگ کو تفریح خیال کرتا ہے) اور میدان جنگ میں (کثرت قتل سے) گدوں کی دعوت کرنیوالا ہے (اپنی سخاوت سے) خزانہ باد آورد کو بڑھانے والا۔ ابر سیاہ سے خون برسانے والا (اس کی سخاوت دیکھکر ابر سیاہ خون روتا ہے) جوانمردی سے ہنر میں ہنر پیدا کئے ہوئے۔ اس کا سر ہنر کی وجہ سے بلند ہے۔

میں عجم میں اس فصاحت کے ساتھ کوئی کلام پاتا۔ اور از روئے زیادتی کلام میں بھی دیکھئے عرب میں بھی نظم کی اتنی ضخیم کوئی کتاب نہیں ہے) خیر شاہنامہ ختم کیا۔ اس کا محرر علی دیلم۔ راوی (نقال یا پڑھنے والا) ابودلف۔ کوشش کرنے والا حیی قتیبہ جو طوس کا عامل تھا اور فردوسی پر بہت احسان کرتا تھا۔ ان تینوں کے نام بیان کرتا ہے۔ شہر کے مشہور لوگوں کے اس خط سے علی دیلم اور ابودلف کا حصہ ہے۔ صـ ۶۳ مجھ سے سوائے ان کی تعریفوں کے اور کچھ نہ ہو سکا۔ میں ان کی تعریفیں بیان کرنے میں زہرہ ہوں (سرود گر) حیی قتیبہ ان شریفوں میں سے ہے جو مجھ سے میرا کلام مفت لینا نہیں چاہتا۔

میں خراج کی شاخ وبن سے آگاہ نہیں ہوں (یعنی وہ مجھ سے خراج نہیں لیتا) میں اپنے لباس
میں لوٹ رہا ہوں (خوش ہوں) جبی قتیبہ طوس کا عامل تھا اور یہ اس کی بہت عزت کرتا تھا۔ اس کا
خراج معاف کر دیا تھا۔ بے شک اس کا نام قیامت تک باقی رہ گیا۔ اور بادشاہ پڑھتے ہیں۔
پس شاہنامہ کو علی دیلم نے سات جلدوں میں لکھا۔ اور فردوسی ابو دلف کو لیکر غزنین کی طرف چلا۔ اور خواجہ
بزرگ احمد حسن کاتب کی وساطت سے پیش کیا جو مقبول ہوا سلطان محمود خواجہ بزرگ کے بہت احسان
رکھتا تھا۔ لیکن خواجہ بزرگ چند مفسد رکھتا تھا جو ہمیشہ اس کے مرتبہ کے قدح میں خرابی کی خاک
جھونکا کرتے تھے۔ محمود نے اسی جماعت سے مشورہ کیا کہ "فردوسی کو کیا دیا جائے"۔ لوگوں نے کہا کہ
"پچاس ہزار درم۔ اور یہ خود بھی بہت ہیں کیونکہ وہ ایک رافضی شخص ہے اور معتزلی مذہب رکھتا ہے
یہ بیت جو اس نے کہی ہے اس کے معتزلی ہونے پر دلالت کرتی ہے ؎

دونوں دیکھنے والیوں (آنکھوں) سے   پیدا کرنے والے کو نہیں دیکھ سکے گا

لہٰذا دونوں دیکھنے والیوں کو نہ تکلیف دے۔ اور اس کے رفض پر یہ اشعار جو اس نے کہے ہیں دلیل ہیں ؎

جب خداوند جہاں آفرین نے دریا پیدا کیا   تو موج نے اس میں تیز و تند جھونکے شروع کئے

جب اس میں ستر (صدہا) کشتیاں بنائیں تو ہر ایک نے اپنا اپنا بادبان بلند کیا (جدا جدا مذہب پیدا ہوئے)
اس میں ایک کشتی دولہن کی سی سجی ہوئی تھی اور مرغ کی آنکھ کی طرح آراستہ۔
آنحضرتؐ معہ حضرت علیؓ اور آنحضرت کے گھر کے لوگ اور حضرت علی کی اولاد کے اس میں تشریف
رکھتے تھے۔ اگر تو عاقبت میں جنت چاہتا ہے۔ تو نبی اور حضرت علی کے پاس جگہ تلاش کر اگر تجھے
اس میں نقصان ہو تو میرا گناہ۔ تو بھی یہی جان اور یہی طریقہ میرا ہے صـ۶۴ اسی پر میں پیدا ہوا ہوں۔
اور اسی پر مر جاؤں گا۔ یقین سے جان کہ میں حضرت علی کے پیروں کی خاک ہوں"۔ سلطان محمود ایک
متعصب شخص تھا۔ اسے بھی یہ خیال ہو گیا۔ اور یہ باتیں قبول کر لیں۔ الغرض فردوسی کو بیس ہزار درم
پہنچے۔ بیحد رنجیدہ ہوا۔ حمام گیا اور واپس آکر شراب پی اور وہ درم حمام والے اور شراب بیچنے والے کے
درمیان تقسیم کر دیئے اور چونکہ سلطان محمود کی سیاست جانتا تھا اس لئے رات ہی میں غزنین سے
چلا گیا اور ہری ارزقی کے باپ اسمٰعیل وراق کی دوکان میں اترا اور چھ ماہ تک اس کے گھر میں
پوشیدہ رہا۔ یہاں تک کہ محمود کی جانب سے متلاشی طوس گئے اور واپس ہو گئے۔ جب فردوسی

مطمئن ہوگیا تو ہری سے طوس روانہ ہوا۔ اور شاہنامہ لے کر طبرستان میں سپہد شہریار جو آل باوند سے تھا کے نزدیک گیا۔ اور وہ طبرستان میں بادشاہ تھا۔ اور وہ ایک بزرگ خاندان سے کہ اس کا سلسلہ نسب یزدجرد بادشاہ سے ملتا ہے۔ غرض فردوسی نے دیباچہ میں ایک شعر میں محمود کی ہجو کی اور بادشاہ طبرستان کے سامنے سنائی۔ اور کہا کہ "میں اس کتاب کو محمود کے نام سے تیرے نام کروں گا کیونکہ یہ کتاب بالکل تیرے اجداد کے واقعات اور یادگار ہے۔" شہریار نے اس کے ساتھ نوازش فرمائی اور کہا کہ "اے استاد! محمود کو لوگوں نے اس پر مجبور کیا اور تیری کتاب کسی شرط کے ساتھ پیش نہیں کی اور تیرے کلام میں عیوب نکال لیے۔ دوسرے یہ کہ تو شیعہ ہے۔ جو شخص پیغمبرؐ کے خاندان سے محبت رکھتا ہے۔ اس کی دُنیا میں کوئی مراد بر نہیں آتی۔ کیونکہ ان کی بھی کوئی مراد (دنیا میں) بر نہیں آئی۔ محمود میرا سرتاج ہے تو شاہنامہ کو اُس کے نام پر رہنے دے اور اس کی ہجو مجھے دیدے تاکہ میں اسے دھوڈالوں اور تجھ کو کچھ تھوڑا معاوضہ دیتا ہوں۔ محمود خود تجھے بلائیگا اور تیری خوشنودی حاصل کریگا اور اس کتاب کی محنت ضائع نہ ہوگی۔" دوسرے روز ایک لاکھ دینار بھیجے اور کہا کہ "میں نے ہر شعر ہزار میں خریدا وہ سَو شعر مجھے دیدے اور محمود سے خوش ہو جا۔" فردوسی نے ان اشعار کو بھیجدیا۔ حتیٰ کہ شہریار کے حکم سے وہ دھو دیئے گئے۔ فردوسی نے بھی اس کی سیاہی دھودی۔ منجملہ ان کے یہ چھ شعر باقی رہ گئے۔

مجھے عیب لگایا کہ وہ قادر الکلام	نبیؐ اور علیؑ کی محبت میں بوڑھا ہوگیا
اگر میں (حقیقی طور پر) انکی محبت بیان کروں	تو محمود جیسے سَو کی مدد کروں
لونڈی زادہ کام نہیں آتا	اگرچہ اس کا باپ بادشاہ ہی کیوں نہ ہو

صہ ۶۵ میں اسی قسم کی چند باتیں بیان کرتا ہوں (اور اپنی روانی طبع کی وجہ سے) دریا کی طرح کنارہ نہیں جانتا۔ بادشاہ کو نیکی کی قدرت نہ تھی۔ ورنہ مجھے کسی مرتبہ پر بٹھاتا (اعزاز بڑھاتا) چونکہ اسکی ذات میں بزرگی نہ تھی۔ اس لئے وہ بزرگوں کا نام سُن سکا۔ بے شک شہریار نے اچھی خدمت کی اور محمود اس کا احسان مند تھا۔ میں نے سنہ ۵۱۴ھ میں نیشاپور میں امیر معزی سے سُنا اور اُس نے بیان کیا کہ "میں نے طوس میں امیر عبدالرزاق سے سُنا کہ وہ بیان کرتا تھا کہ" ایک مرتبہ محمود ہندوستان میں (گیا) تھا۔ اور وہاں سے واپس ہو کر غزنین کی طرف آرہا تھا۔ مگر راستہ میں ایک سرکش تھا۔ اور اس کا قلعہ بہت مضبوط تھا۔ اور دوسرے دن محمود کا قیام اس قلعہ کے دروازہ پر تھا۔ لہذا اسکے

پاس ایک قاصد روانہ کیا۔ کہ جا اور کہلا دیا "تم کو لازم ہے کہ کل ہمارے پاس حاضر ہو کر ہدیہ پیش کرو اور ہماری بارگاہ کے آداب بجا لاؤ اور خلعت پہنکر واپس ہو جاؤ"۔ دوسرے روز محمود بیٹھا اور خواجہ بزرگ اس کا وزیر اعظم باتیں کر رہے تھے کہ قاصد واپس آیا اور سلطان کے سامنے حاضر ہوا۔ سلطان نے خواجہ سے کہا کہ "بتاؤ کیا جواب دیا ہوگا" خواجہ نے فردوسی کا یہ شعر پڑھا ؎

اگر میرے مقصد کے سوا کوئی جواب آیا   تو مَیں ہوں۔ میدان ہے اور افراسیاب ہے

محمود نے کہا کہ "یہ شعر کس کا ہے کہ اس سے بہادری ٹپکتی ہے"۔ عرض کیا کہ بیچارہ فردوسی کا کہ جس نے ۲۵ پچیس سال تک محنت کر کے ایسی کتاب لکھی اور کچھ فائدہ نہ اٹھایا"۔ محمود نے کہا کہ "تو نے بہت اچھا کیا کہ مجھے یاد دلائی۔ مَیں اس سے شرمندہ ہوں کہ وہ شریف مجھ سے محروم رہ گیا۔ غزنین مجھے یاد دلانا کہ مَیں اسے کچھ بھیجدوں"۔ جب غزنین میں آیا۔ خواجہ نے محمود کو پھر وہ بات یاد دلائی سلطان نے حکم دیا کہ ساٹھ ہزار دینار فردوسی کو انعام دیا جائے اور درباری اونٹوں پر بار کر کے طوس تک لے جائیں اور معذرت کریں"۔ خواجہ عرصہ سے اسی فکر میں تھا۔ آخر اس کام کو نقدی تک پہنچا دیا۔ اونٹ لادے گئے اور وہ انعام شہر طبرستان تک صحیح و سلامت پہنچ گیا۔ دروازہ رود بار سے اونٹ اندر جا رہے تھے اور دروازہ رزان سے فردوسی کا جنازہ باہر لایا جا رہا تھا۔ اس وقت طہران میں ایک شخص تھا۔ اُس نے تعصب کیا اور کہا کہ "مَیں ہرگز اجازت نہ دُوں گا کہ فردوسی کا جنازہ مسلمانوں کے قبرستان میں لیجائیں صـ۶۶ کیونکہ وہ ایک رافضی شخص تھا"۔ لوگوں نے ہر چند کہا لیکن اس عقلمند نے ایک نہ سُنی۔ دروازہ کے باہر فردوسی کی ملک سے ایک باغ تھا اس کو اُسی باغ میں دفن کر دیا۔ اور آجتک وہیں ہے۔ مَیں نے ۵۱۰ھ میں اس خاک کی زیارت کی۔ کہتے ہیں کہ فردوسی کی ایک لڑکی باقی رہی جو بہت ہی نیک تھی۔ لوگوں نے چاہا کہ بادشاہی صلہ اسے سپرد کر دیں لیکن اس نے قبول نہ کیا اور کہا کہ "مَیں اس کی محتاج نہیں ہوں"۔

ڈاک منشی نے بارگاہ میں لکھا۔ لوگوں نے سُلطان کی بارگاہ میں پیش کیا۔ حکم ہوا کہ وہ عقلمند طبرستان سے چلا جائے اور اس بیہودگی پر کہ کی ہے اپنے خاندان کو چھوڑ دے اور وہ مال خواجہ ابو سحق کرالی کو دیدیا جائے۔ اور علاقہ طوس میں کوئیں والی سرائے جو نیشاپور اور مرو کے درمیان رستہ پر ہے تعمیر کرا دی جائے۔ جب حکم طوس میں پہنچا تو تعمیل کی گئی اور کوئیں والی سرائے کی

عمارت اسی مال کی ہے۔

حکایت۔ جس زمانہ میں ملک الجبال (پُرنور کرے اللہ تعالیٰ اس کی قبر اور جنت میں اس کے مراتب بڑھائے) کی خدمت میں تھا۔ اور وہ بزرگ میرے حق میں بہت اچھا اعتقاد رکھتے اور میری تربیت کرتے تھے۔ اور بلند ہمت شخص تھا۔ شہر بلخ سردار اور امیر زادوں میں سے عمر باللہ امیر عمید صفی الدین ابو بکر محمد بن الحسین الروانشاہی عید الفطر کے روز اس بارگاہ میں حاضر ہوا جوان فاضل بزرگ اور دبیر نیک نہاد۔ شروط ادب میں مناسب اور اس نصیبہ والے کے فوائد دلوں میں مقبول اور زبانوں پر ممدوح تھا۔ اس وقت میں خدمت میں حاضر نہ تھا۔ مجلس میں بادشاہ کی زبان سے نکلا کہ "نظامی کو بلاؤ"۔ امیر عمید صفی الدین نے کہا کہ "نظامی یہاں موجود ہے؟" لوگوں نے کہا کہ "ہاں" اس نے اپنے دل میں خیال کیا کہ نظامی منیری ہے (یہ خیال کر کے) کہنے لگا کہ "کیا اچھا نیک شاعر اور مشہور شخص ہے"۔ خیر جب فراش آیا اور مجھے بلایا تو میں موزے پہنکر (چلا) اور (دربار میں) حاضر ہوا۔ اور آداب بجا لا کر اپنی جگہ بیٹھ گیا۔ جب چند دور (شراب کے) گذر گئے۔ تو امیر عمید نے کہا کہ "نظامی نہیں آیا؟" ملک الجبال نے کہا کہ "آ گیا وہاں بیٹھا ہے"۔ امیر عمید نے کہا کہ "میں اس نظامی کو نہیں کہتا ص ۶۷ وہ نظامی دوسرا ہے میں تو اسے پہچانتا بھی نہیں" میں نے اسی وقت بادشاہ کو دیکھا کہ اس کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور فوراً میری طرف دیکھ کر کہا کہ "تیرے سوا کوئی اور نظامی بھی ہے؟" میں نے عرض کیا کہ اے خداوند دو نظامی اور ہیں ایک سمرقندی ہے اُس کو نظامی منیری کہتے ہیں۔ اور ایک نیشاپوری اس کو نظامی اثیری کہتے ہیں اور مجھے نظامی عروضی۔ فرمایا کہ "تو بہتر ہے یا وہ"؟ امیر عمید سمجھا کہ بات بیڈھب کہی اور بادشاہ کو متغیر دیکھا۔ عرض کیا کہ اے خداوند وہ دونوں نظامی شریر اور کم ظرف ہیں۔ مجالس کو اپنی شرارت سے برہم اور خراب کرتے ہیں۔ بادشاہ نے بطور مزاح فرمایا "صبر کر تا کہ اس کو دیکھ لے کہ چار پانچ قدح شراب سہ آتشہ کے پی کر مجلس کو خراب کر رہا ہے لیکن ان تینوں نظامیوں میں بہترین شاعر کون ہے؟" امیر عمید نے کہا کہ "میں نے اُن دونوں شاعروں کو دیکھا ہے اور جس طرح پہچاننے کا حق ہے پہچانتا ہوں۔ لیکن اس کو دیکھا نہ اس کے شعر سُنے۔ اگر اس بارے میں جو ابھی گذرا ایک دو شعر کہے تو میں اس کی طبیعت دیکھوں اور شعر سُنوں۔ پھر عرض کر سکتا ہوں کہ تینوں میں کون بہتر ہے"۔ بادشاہ نے

میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ "خبردار نظامی ہمیں شرمندہ نہ کرنا۔ اور جب کہے تو ایسا ہی کہنا جیسا امیر عمید چاہتا ہے۔" اس زمانہ میں بادشاہ کی خدمت میں رہ کر میری طبیعت فیاض اور دل روشن تھا اور بادشاہ کے انعام واکرام نے مجھے اس حد تک پہنچا دیا تھا۔ کہ فی البدیہہ کہنا میری عادت ہو گئی تھی۔ میں نے قلم اُٹھایا اور جب تک دو چار دور گذرے میں نے یہ پانچ شعر کہے ؎

اے بادشاہ جہاں ہیں ہم تین نظامی ہیں	کہ اک جہان ہم سے شور وفغاں میں ہے
میں ورساد میں بادشاہی تخت کے قریب ہوں	اور وہ دونوں مرو میں سلطان کے پاس ہیں
اور در حقیقت یہ ہے کہ از روئے سخن	ہر ایک فخر خراسان ہے
اگرچہ وہ جان کی طرح (شیریں) شعر کہتے ہیں	اور اگرچہ وہ عقل کی طرح باتیں کہتے ہیں
لیکن میں اک ایسی شراب ہوں کہ اگر وہ مجھے پالیں	دونوں اپنے کام سے عاجز ہو جائیں

جب میں نے یہ پیش کئے تو امیر عمید صفی الدین نے آداب بجالا کر عرض کیا کہ "اے بادشاہ ان نظامیوں کو چھوڑیئے۔ میں جملہ شعرائے ماوراء النہر۔ خراسان اور عراق سے کسی شخص کو اس طبیعت کا نہیں پاتا کہ صد ۱۸ فی البدیہہ ایسے پانچ شعر کہہ سکے۔ خاص کر اس متانت فصاحت اور شیرینی کیساتھ الفاظ شیریں آمیز اور معانی لطافت سے پیوستہ ہوں۔ شاباش اے نظامی روئے زمین پر کوئی تیری نظیر نہیں ہے (بادشاہ کی طرف متوجہ ہو کر) اے خداوند یہ لطیف طبیعت۔ دل قوی اور اچھی لیاقت رکھتا ہے اور بادشاہ کا اقبال اور اس کی دعا (اللہ تعالےٰ ان دونوں کو بلند کرے) نے اس کو بلند کیا ہے۔ اس لئے نادر زمانہ ہو جائیگا اور اس سے زیادہ بہتر ثابت ہوگا۔ کیونکہ جوان ہے اور روبہ ترقی رکھتا ہے۔" بادشاہ کا چہرہ چمک اُٹھا اور اس کی طبیعت نازک میں مسرت ظاہر ہوئی۔ میری تعریف کی اور فرمایا کہ "ورساد کے سیسہ کی کان اس عید سے عید الضحیٰ تک تجھ کو عنایت کی۔ اپنا عامل (کارکن) بھیج۔" میں نے ایسا ہی کیا اور اسحٰق یہودی کو پہنچا دیا۔ سخت گرمی کا زمانہ تھا اور صبح کا وقت۔ بہت سا گلا لیا۔ اور ستر روز کی مدت میں اس کا پانچواں حصہ بارہ ہزار من سیسہ اس دعاگو کو پہنچا۔ اور بادشاہ کا اعتقاد میرے حق میں ہزار گنا ہو گیا۔ اللہ تبارک و تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے اس کی عزیز خاک کو شمع رضا سے پُرنور کرے اور اس کی جان شریف کو جملہ فوائد سے مسرور فرمائے۔

مونس

مقالۂ سوم

علمِ نجوم اور اس میں نجومی کی قُدرت کا بیان

ابوریحان بیرونی کتاب التفہیم فی صناعۃ التنجیم کے باب اوّل میں بیان کرتا ہے کہ آدمی منجمی کے نام کے لائق نہیں ہوتا جب تک کہ چار علوم میں اس کو قدرت نہ ہو۔ (۱) علم ہندسہ (۲) علم حساب (۳) علم ہیئت (۴) علم احکام۔

(۱) ہندسہ وہ فن ہے جس سے خط کے طریقے۔ سطح اور جسم کی صورتوں کا حال اور وہ نسبت کلی جو اس کو مقداروں کے ساتھ من حیث المدارج ہے۔ اور وہ نسبت جو اس کو اپنی اوضاع اور اشکال کے ساتھ ہے پہچانی جاتی ہے۔ اور اس کے اصُول کی جامع کتاب اقلیدس نجار ہے۔ جس کو ثابت ابن یحییٰ نے مرتب کیا ہے۔

(۲) حساب وہ فن ہے جس سے اعداد کی اقسام کیفیت پہچانی جاتی ہے۔ اور اس کی ہر ایک قسم کا خاصہ بذاتِ خود اور دُوسرے اعداد کے ساتھ اور ان کا ایک دُوسرے سے پیدا ہونا اور اس کی فروع ۔مثلاً تنصیف ۔تضعیف ۔ضرب۔ قسمت :جمع تفریق ۔جبر و مقابلہ (پہچانی جاتی ہیں) اس کے اصُول پر کتاب ارثما طیقی اور اس کے فروع پر تکملہ ابو منصور بغدادی یا صدباب سجزی حاوی ہے۔

(۳) علم ہیئت (وُہ علم ہے) جس سے" عالم علوی اور عالم سفلی کے اجزاء اور ان کی اشکال و اوضاع اور اُن کی باہمی نسبت اور مقداریں اور وہ فرق جو ان میں ہے اور ان حرکات کا حال جو کواکب و افلاک کے لئے ہیں۔ کرّوں کی تعدیل اور دائروں کے حصّے جن سے یہ حرکات تمام ہوتی ہیں" پہچانی جاتی ہیں۔ کتاب مجسطی اس علم پر حاوی ہے اور تفسیر صدّ تبریزی و مجسطی شفا اسکی بہترین شرح و بہترین تفسیر ہے۔ اس علم کی فروع علم زیچ (زائچہ) اور علم تقویم ہے۔

(۴۴) علم احکام۔ علم طبعی کی ایک شاخ ہے اس کی خاصیت تخمینہ کرنا ہے۔ اور اس سے مقصد تاروں کی اشکال سے باہمی قیاس درجوں اور برجوں کے قیاس کے ساتھ ان حادثات کے ہونے پر جو ان کی حرکات سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان کے حالات اور عالم و ملک و ممالک شہروں اور موالید اور تحاویل اور تسائیر اور اختیارات و مسائل پر استدلال کرنا ہے۔ ہم نے (اوپر) جو کچھ شمار کیا ہے (اس پر) ابو معشر بلخی احمد عبد الجلیل سجزی اور ابو ریحان بیرونی اور کوشیار جیلی کی تصانیف حاوی ہیں۔ اور منجم ایک ذکی النفس (تیز طبع) ذکی الخلق (پیدائشی ذہین) رضی الخلق (پسندیدہ اخلاق والا) آدمی ہونا چاہئے۔ اس باب کی شرائط اور اس فن کے لوازم سے بیوقوفی، جنون اور فال گوئی ہے۔

جو منجم حکم لگائے اس کے طالع میں سہم الغیب یا طالع سعد ہونا لازم ہے اور خانہ سہم الغیب والے کا سعادت مآب ہونا اور پسندیدہ جگہ میں ہونا بھی) تاکہ وہ جو کچھ حکم لگائے قرین صواب ہو۔ منجم کی شرائط سے ایک شرط یہ ہے کہ مجمل الاصول کو شیار یاد رکھے۔ اور ہمیشہ کارمہتر کا مطالعہ کرتا رہے۔ قانون مسعودی اور جامع شاہی دیکھتا رہے۔ تاکہ اس کی معلومات اور متصورات (تصور میں آئی ہوئی اشیاء) تازہ رہیں۔

حکایت ۱

یعقوب اسحٰق کندی ایک یہودی تھا لیکن اپنے زمانہ کا فلسفی اور حکیم تھا۔ ماموں رشید کے پاس اس کو قرب حاصل تھا وہ ایک دن ماموں کے پاس آیا اور آئمہ اسلام میں سے ایک امام سے اونچی جگہ بیٹھ گیا۔ اس امام نے کہا تو ایک ذمی آدمی ہے آئمہ اسلام سے اونچا کیوں بیٹھتا ہے۔ یعقوب نے جواب دیا۔ اس واسطے کہ جو کچھ تو جانتا ہے میں جانتا ہوں۔ اور جو کچھ میں جانتا ہوں تو نہیں جانتا۔ امام اس کو صرف نجومی ہی جانتا تھا اور اس کے دوسرے علم سے بے خبر تھا۔ کہا (امام) نے کہ میں ایک کاغذ کے پرچہ پر کچھ لکھتا ہوں۔ اگر تو بتا دے کہ میں نے کیا لکھا ہے تو میں تجھے مان لوں گا۔ پھر امام کی جانب سے ایک چادر اور یعقوب کی جانب سے ایک خچر پر شرط لگائی گئی جس کے ساز و سامان کی ایک ہزار دینار قیمت ہو سکتی تھی اور جو محل کے دروازہ پر کھڑا ہوا تھا

پھر قلم دوات اور کاغذ طلب کرکے ایک پرچہ پر صاف (امام نے) جو کچھ لکھ کر خلیفہ کی مسند کے نیچے رکھدیا اور کہا بتاؤ۔ یعقوب اسحٰق نے تختۂ خاک طلب کیا اور اٹھ کر ارتفاع قائم کرکے طالع درست کیا اور تختۂ خاک پر زائچہ کھینچا۔ تاروں کی تقویم اور دور بروج ثابت کیا اور پوشیدہ و مخفی شرائط بجالایا۔ اور کہا یا امیر المومنین اِس کاغذ پر کوئی ایسی چیز لکھی ہے جو پہلے نبات اور پھر حیوان ہوگئی۔ ماموں نے مسند کے نیچے ہاتھ ڈال کر وہ کاغذ اٹھا کر بتایا۔ اس امام نے اس پر لکھا تھا "عصائے موسیٰ" ماموں نے بہت تعجب کیا اور اس امام نے بھی تعجب ظاہر کیا۔ پھر اُس نے امام کی چادر لے کر ماموں کے سامنے دو ٹکڑے کر ڈالے اور کہا کہ دو پاتابے بناؤں گا۔ یہ بات بغداد سے عراق و خراسان تک پہنچگئی اور پھیل گئی۔ چونکہ دانشمندوں سے تعصب ہوا کرتا ہے فقہائے بلخ میں سے ایک نجومی نے کتاب میں چھُری رکھی تاکہ بغداد پہنچکر یعقوب اسحٰق کندی کے سبق میں شریک ہوکر علم نجوم شروع کرے اور فرصت کا متلاشی رہکر ناگاہ اس کو مار ڈالے اس ارادے سے منزل بمنزل طے کرتا ہوا بغداد پہنچا اور حمام میں گیا واپس آکر صاف لباس پہنکر وہ کتاب آستین میں رکھی اور یعقوب اسحٰق کے مکان کا رستہ لیا جب مکان کے دروازہ پر پہنچا تو دیکھا کہ بنی ہاشم اور دیگر معززین امرائے بغداد کے بہت سے گھوڑے سنہری ساز و سامان کے ساتھ اس کے مکان کے دروازہ پر کھڑے ہوئے ہیں اپنے خیال میں اندر پہنچا اور یعقوب کے سامنے حلقہ میں گیا اور تعریف کرکے کہنے لگا کہ مَیں مولینا سے کچھ علم نجوم پڑھنا چاہتا ہوں۔ یعقوب نے کہا کہ تو جانب مشرق سے میرے مار ڈالنے کے لئے آیا ہے علم نجوم پڑھنے کو نہیں آیا۔ لیکن تو اس سے پشیمان ہوگا اور نجوم پڑھکر اس علم میں کمال کو پہنچے گا اور حضرت محمد صلعم کی اُمت میں بڑے منجموں سے ایک تو ہوگا وہ سب بزرگ جو بیٹھے ہوئے تھے اِس بات سے متعجب ہوتے اور ابو معشر (نامِ آں فقیہہ) نے اقرار کیا اور کتاب میں سے چھُری نکالی اور توڑ کر پھینکدی اور زانوئے شاگردی طے کرکے پندرہ سال تعلیم حاصل کی اور علم نجوم میں اُس نے جو مرتبہ پایا ہے۔ اس پر پہنچ گیا۔

حکایت ۳

صد ۲۷ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ یمین الدولہ سلطان محمود بن ناصر الدین قلعۂ شہر غزنین کے باغ

ہزار درخت میں ایک چہار دری میں بیٹھا ہوا تھا ابوریحان کی جانب متوجہ ہو کر کہا میں ان
چاروں دروازوں میں سے کونسے دروازہ سے باہر جاؤں گا حکم لگا کر اس کا ماحصل ایک پرچہ
لکھ کر میری مسند کے نیچے رکھدے۔ اور انہیں چاروں دروازوں میں سے گذرنے کا راستہ تھا
ابوریحان نے اصطرلاب طلب کر کے ارتفاع قائم کی اور طالع درست کر کے تھوڑ دیر فکر کی
اور ایک پرچہ لکھ کر مسند کے نیچے رکھدیا۔ محمود نے کہا حکم لگادیا اس نے کہا لگالیا۔ محمود
حسب الحکم سلاوٹ تیشہ اور بیلچہ لایا گیا۔ اور مشرقی دیوار میں پانچواں دروازہ بنایا اور
دروازہ سے باہر گیا اور حسب طلب وہ پرچہ لایا گیا۔ ابوریحان نے اس پر لکھا تھا کہ
ان چاروں دروازوں میں سے کسی سے باہر نہیں جائیگا۔ مشرقی دیوار میں ایک دروازہ بنایا
جائیگا اور اس دروازہ سے باہر جائیگا۔ جب محمود نے پڑھا تو برہم ہو گیا اور کہا کہ اس کو
مکان کے اندر گرادیا جائے ایسا ہی کیا گیا مگر درمیانی منزل پر جال بندھا ہوا تھا۔
ابوریحان اس جال میں گرا اور جال پھاڑ کر آہستہ زمین پر اس طرح اتر آیا کہ اس کو کوئی زخم نہ
پہنچا۔ محمود نے کہا اس کو اوپر لے آؤ (چنانچہ) اوپر لایا گیا۔ محمود نے کہا اے ابوریحان
شائد یہ حال تجھے نہیں معلوم تھا۔ کہا اے خداوند مجھے معلوم ہو گیا تھا محمود نے کہا (اسکی)
دلیل کیا ہے۔ اُس نے غلام کو آواز دی اور اُس سے تقویم لے کر اپنی تحویل تقویم سے نکالی
اس دن کے احکام میں لکھا ہوا تھا کہ مجھے ایک بلند جگہ سے گرائیں گے لیکن میں سلامتی کیساتھ
زمین پر پہنچ جاؤں گا اور تندرست اُٹھوں گا۔ یہ بات بھی محمود کے پسند نہیں آئی زیادہ
برہم ہو کر کہا اس کو قلعہ میں لیجا کر قید کر دو۔ اس کو قلعہ غزنین میں قید کر دیا۔ چھ مہینے
اس قید میں رہا۔

حکایت ۳

بیان کیا جاتا ہے کہ اِس چھ مہینے میں محمود کے سامنے کوئی شخص ابوریحان کا ذکر
نہ کر سکا اور اس کے غلاموں میں صرف ۳ سے ایک غلام مقرر تھا جو اُس کی خدمت کرتا تھا۔ اور
اس کی ضرورت سے باہر جاتا آتا تھا۔ ایک دن غزنین کی سبزہ زار پر یہ غلام جا رہا تھا ایک

فال گو نے اس کو بُلا کر کہا کہ تیرے طالع میں چند باتیں ہیں کہنے کے قابل دیکھتا ہوں ہدیہ (نذرانہ) دے تاکہ میں تجھ سے کہدوں۔ غلام نے اس کو ۲ دو درم (تقریباً ۹) دیئے۔ فال گو نے اس سے کہا تیرے متعلقین میں سے کوئی عزیز کسی تکلیف میں ہے۔ آج سے تین دن کے اندر اس رنج سے چھوٹ جائیگا اور خلعت پہن کر پھر عزیز و مکرم ہو جائے گا۔ غلام اُسی وقت قلعہ گیا اور خوشخبری کے طور پر وُہ واقعہ خواجہ (ابوریحان) سے کہا۔ ابوریحان کو ہنسی آئی اور کہا اے بیوقوف تو نہیں جانتا کہ ایسی باتوں پر توجہ نہ کرنا چاہیئے۔ تو نے ۲ دو درم مُفت ضائع کئے۔

کہتے ہیں کہ خواجہ بزرگ احمد حسن میمندی اس چھ ماہ میں ابوریحان کا ذکر کرنے کو فرصت ڈھونڈھ رہا تھا۔ آخر (ایکدن) شکار گاہ میں سلطان کو خوش طبع پایا۔ بات کو پھیر پھار کر علم نجوم تک لایا۔ اس وقت کہا کہ ابوریحان بیچارہ نے ایسے دو حکم اتنے صحیح لگائے اور اس نے خلعت و تشریف کے عوض قید و مجلس پایا۔ محمُود نے کہا خواجہ سمجھ لیں کہ یہ مجھے معلوم ہے اور کہتے ہیں کہ سوائے بوعلی سینا کے اس آدمی (نجومی) کا عالم میں نظیر نہیں ہے۔ لیکن اس کے (ابوریحان کے) دونوں حکم میری رائے کے خلاف ہوئے اور بادشاہ چھوٹے بچے کی طرح ہوتے ہیں۔ انہیں کی رائے کے موافق بات کرنا چاہیئے تاکہ ان سے مستفید رہیں۔ اس دن اُس نے دو حکم لگائے اگر اس کے دونوں حکموں میں سے ایک خطا ہوتا تو اس کے لئے بہتر ہوتا کل حکم دیدینا کہ اس کو (قید سے) باہر لے آئیں اور گھوڑا معہ ساز زرین اور شاہی جُبہ اور عمامہ اور چادر اور ایکہزار دینار اور ایک غلام اور ایک کنیزک اس کو دے دیں۔ جس دن کا فال گو نے کہا تھا ابوریحان رہا کیا گیا اور یہ بزرگی حسب سابقہ اُس کو ملی اور سُلطان نے اُس سے معافی مانگی اور کہا کہ اے ابوریحان اگر مجھ سے مستفید رہنا چاہتا ہے تو میرے مقصد کے موافق بات کہا کر نہ اپنے علم کی سلطنت کے موافق۔ ابوریحان نے اس دن سے اپنی عادت بدل دی۔ اور بادشاہ کی شرائط خدمت میں سے ایک یہ ہے حق و باطل میں اس کے ساتھ رہنا چاہیئے اور اس کے مقصد کے موافق تقریر کرنا چاہیئے لیکن ابوریحان جب گھر گیا اور فضلاء اسکی مُبارکبادی کو آئے۔ تو اُس نے فال گو کا قصہ اُن سے کہا تو اُنہوں نے تعجب کیا اور ایک شخص کو بھیج کر فال گو صاحب کو بلایا وہ بالکل جاہل تھا اور کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔ ابوریحان نے اس سے کہا کیا تیرے پاس طالع مولود ہے؟

کہاہے طالع مولود پیش کیا۔ ابوریحان نے دیکھا تو سہم الغیب اس کے درجہ طالع میں صاف پر واقع ہوا تھا۔ اگرچہ بے سمجھے بوجھے بھی کہتا تھا لیکن قریب صواب ہوتا تھا۔

حکایت ۴

اِس بندہ کی (نظامی عروضی کی) ایک لڑکی تھی۔ اس کی پیدائش اٹھائیس صفر ۵۱۲ھ میں ہوئی تھی اور شمس وقمر کا قران تھا ان دونوں میں کوئی فاصلہ نہیں تھا۔ اس وجہ سے سہم السعادۃ اور سہم الغیب دونوں درجہ طالع میں واقع ہوئے تھے۔ جب اس کی عمر پندرہ سال کی ہوئی میں نے اس کو علم نجوم سکھایا۔ اس وجہ سے وہ ایسی ہوگئی کہ اس علم کے مشکل سوالات کا جواب دیتی تھی اور اس کے احکام بہت درست ہوتے تھے۔ مستورات اس کی جانب متوجہ ہوئیں اس سے سوال کرتی تھیں اور وہ جو کچھ کہتی تھی اکثر وہی ہوتا تھا۔ ایک دن ایک بڑھیا اس کے پاس آئی کہ میرا ایک لڑکا چار سال سے سفر میں ہے۔ مجھے اس کی موت زندگی کی کوئی خبر نہیں ہے۔ تو دیکھ وہ مرگیا ہے یا زندہ ہے اور وہ جس جگہ ہے مجھے اس کے حال سے مطلع کر۔ وہ اُٹھی اور اس نے ارتفاع قائم کر کے درجہ طالع درست کیا اور زائچہ کھینچکر تاروں کی رفتار ثابت کی اور پہلی بات یہ کہی کہ تیرا لڑکا واپس آگیا۔ بڑھیا متحیر ہوگئی اور کہا اے بیٹی میں اُس کے آنے کی تو اُمید نہیں رکھتی صرف یہی بتادے کہ زندہ ہے یا مرگیا۔ اس نے کہا میں کہتی ہوں کہ تیرا لڑکا آگیا جا اگر نہ آیا ہو تو پھر آنا۔ جب میں کہوں کہ وہ کیسا ہے۔ بڑھیا گھر گئی۔ لڑکا آگیا تھا۔ لوگ اس کا سامان گدھے سے اُتار رہے تھے۔ اُس نے لڑکے کو آغوش میں لیکر دو بوسے لئے اور اُس کے پاس لائی اور کہا تو نے سچ کہا میرا لڑکا آگیا۔ دعا دینے اور تعریف کرنے لگی۔

رات کو جب میں گھر پہنچا اور یہ خبر سُنی تو میں نے اس سے سوال کیا کہ تو نے کس دلیل سے کہا تھا اور کونسے ۷۵ خانہ سے حکم لگایا تھا۔ اُس نے کہا میں یہاں تک نہیں پہنچی تھی لیکن جب میں نے طالع کی صورت تمام کرلی تو ایک مکھی آکر درجہ طالع کے حرف پر بیٹھ گئی۔ اس وجہ سے میرے دل میں خیال ہوا کہ یہ لڑکا آگیا ہے۔ جب میں نے کہا اور اس کی ماں نے معلوم کیا تو اس کا آنا میرے نزدیک اسقدر محقق ہوگیا کہ گویا میں دیکھ رہی ہوں کہ وہ گدھے سے بوجھ اُتار رہا ہے

اور مجھے (نظامی) کو معلوم ہوا کہ یہ سب اس کے درجہ طالع پر سہم الغیب کر رہا ہے اور یہ سوائے وہاں کے نہیں ہے۔

حکایت ۵

محمود داودی پسر ابوالقاسم داودی بہت ہی بے وقوف بلکہ دیوانہ تھا اور علم نجوم میں زیادہ کمال نہ رکھتا تھا۔ اور نجوم کے کاموں میں سے مولودگری جانتا تھا۔ اور اس کی تقویم میں ایک ایسی شکل بھی کہ (جس سے) ہے یا نہیں (کا جواب پا لیتا تھا) اور امیر دادا ابو بکر بن مسعود کی خدمت کرتا تھا۔ پنج دیہ میں لیکن اس کے احکام اکثر صحیح ہوتے تھے۔ اور دیوانگی میں اس درجہ تھا کہ میرے آقا ملک الجبال امیر دادا نے (ایک دفعہ) اس کے پاس غوری کتے کا جوڑا بھیجا تھا جو بہت بڑا دہشتناک تھا۔ محمود داودی خود بخود ان دونوں کتوں سے لڑا اور سلامت رہا۔ اس کے کئی سال بعد ہری میں عطاروں کے بازار میں مقری حداد طبیب کی دوکان پر میں فضلا کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور ہر قسم کی گفتگو ہو رہی تھی کہ ان میں سے ایک فاضل نے یہ لفظ کہا۔ بزرگ مردا[۱] کہ ابو علی سینا بودہ است۔ میں نے اس کو (محمود کو) دیکھا کہ پر غضب ہو گیا ہے اور گردن کی رگیں اٹھ کر پھول گئی ہیں اور انتہائی غصہ اس پر ظاہر ہو گیا ہے۔ اس نے کہا "اے فلاں، بو علی سینا کون ہوا ہے، میں بو علی سینا سے ہزار گنا ہوں کیونکہ بو علی کبھی ایک بلی سے بھی نہیں لڑا، میں امیر دادا کے سامنے دو غوری کتوں سے لڑا ہوں"۔

مجھے اس دن معلوم ہوا۔ کہ وہ دیوانہ ہے اور اس دیوانگی کے باوجود میں نے دیکھا کہ ۵۰۸ھ میں سلطان سنجر دشت خوزان میں اترا تھا اور ماوراء النہر کا عازم ہوا تھا۔ حرب محمد خان کے ساتھ امیر داد اسلطان کی پنجدہ میں عظیم الشان میزبانی کی تھی۔ تیسرے دن وہ نہر کے کنارہ آ کر کشتی میں بیٹھا صد ۷۶ اور مچھلی کے شکار سے تفریح کر رہا تھا۔ کشتی میں داودی کو اپنے نزدیک بلایا وہ اس قسم کی دیوانوں جیسی باتیں کرتا تھا اور سلطان ہنستا تھا اور (محمود) امیر دادہ کو صاف گالیاں دیتا تھا۔ ایک مرتبہ سلطان نے داودی سے کہا حکم لگا کہ مچھلی میں اب کی دفعہ پکڑوں گا کتنے

---

[۱] ترجمہ۔ ابو علی سینا عجب بزرگ مرد گذرا ہے ۱۲۔

من کی ہوگی۔ اُس نے کہا بلیا اُٹھالے۔ سلطان نے بلیا اُٹھالیا۔ اُس نے ارتفاع قائم کی اور تھوڑی دیر کھڑا رہا اور کہا اب ڈال دے۔ سلطان نے بلیا پھینک دیا۔ اُس نے کہا میں حکم لگاتا ہوں کہ یہ تو کھینچے گا تو پانچ من کی مچھلی ہوگی۔ امیر دادا نے کہا اے نامرد اس نہر میں پانچ من کی مچھلی کہاں سے آئی۔ داؤدی نے کہا چُپ رہ۔ تجھے کیا معلوم۔ امیر دادا خاموش ہوگیا اور ڈرا کہ اگر اصرار کیا تو گالیاں دیگا۔ جب تھوڑی دیر ہوئی تو بلیا بھاری پڑا اور شکار پھنسنے کے آثار ظاہر ہوئے۔ سلطان نے بلیا کھینچا تو بہت بڑی مچھلی پھنسی تھی۔ جب نکالی تو چھ من کی تھی سب کو تعجب ہوا۔ اور سلطان نے بہت تعجب ظاہر کیا اور حقیقتاً یہ تعجب کی جگہ تھی۔ سلطان نے کہا داؤدی! کیا چاہتا ہے؟ زمین خدمت چُوم کر کہا اے بادشاہ روئے زمین میں ایک جوشن اور سپر اور نیزہ چاہتا ہوں تاکہ بادردی سے لڑوں۔ یہ بادردی امیر داؤدی کی ڈیوڑھی کا ایک سپاہی تھا۔ محمود کو اس کے ساتھ اس لقب کی وجہ سے کہ اس کو شجاع الملک لکھتے تھے اور داؤدی کو شجاع الحکما سے عداوت تھی۔ داؤدی کو ناگوار معلوم ہوتا تھا کہ اس کو شجاع کیوں لکھتے ہیں۔ اور یہ امیر دادا کو معلوم ہوگیا تھا۔ وُہ ہمیشہ داؤدی کو اُس سے لڑایا کرتا تھا اور وُہ مسلمان آدمی اسکے ہاتھ سے عاجز ہوگیا تھا۔ الحاصل محمود کو داؤدی کی دیوانگی میں کسی قسم کا شک نہیں تھا۔ اور یہ فصل میں نے اِس لئے لکھی کہ بادشاہ کو معلوم ہوجائے کہ نجومی کے احکام میں جنونی اور بے وقوفی اس باب کی شرائط سے ہیں۔

حکایت ۶

حکیم موصلی نیشاپور میں منجموں کے گروہ سے تھا۔ خواجہ بزرگ نظام الملک طوسی کی خدمت میں تھا اور اہم امور میں خواجہ اس سے مشورہ کرتا تھا اور رائے لیا کرتا تھا۔ موصلی جب حد سے ضعیف ہوگیا اور قوی میں فتور پیدا ہونے لگا اور بدن کی ہڈیاں بولنے لگیں اور دراز سفر بھی نہیں کرسکتا تھا تو خواجہ سے استعفا چاہا تاکہ نیشاپور جا کر بیٹھ رہے اور ہر سال تقویم و تحویل بھیجتا رہے۔ (خواجہ زندہ و بقید حیات تھا) نے کہا کہ تاروں کی رفتار قائم کرکے دیکھ کہ میری طبیعت کب ضعیف ہوگی اور وہ حکم لابدی اور فرمان ناگزیر کونسی تاریخ میں نازل ہوگا۔ حکیم موصلی نے کہا کہ

میرے مرنیکے چھ ماہ بعد۔ خواجہ نے اس کی فارغ البالی کا اسباب اور زیادہ کر دیا۔ پھر موصلی نیشاپور پہنچ کر مطمئن بیٹھ گیا۔ اور ہر سال تقویم وتحویل بھیجتا رہا۔ لیکن جب کوئی شخص نیشاپور سے خواجہ کے پاس آتا تھا تو پہلے یہ پوچھتا تھا کہ موصلی کیسا ہے؟ جب اس کی خیریت اور زندگی کی خبر پاتا تھا تو خوش ہوتا تھا۔ حتیٰ کہ ۴۸۵؁ھ میں ایک شخص نیشاپور سے آیا۔ خواجہ نے موصلی کا حال پوچھا۔ اُس نے زمین خدمت چوم کر کہا (صدر الاسلام (خواجہ) عمر وں کا وارث ہے) موصلی کا انتقال ہوگیا خواجہ نے کہا کب؟ اُس نے کہا وسط ماہ ربیع الاوّل میں صدر اسلام پر جان قربان کر دی۔ خواجہ سخت افسردہ دل ہوا اور ہوشیار ہو کر اپنے کام پر نظر ڈالی۔ اوقاف (وقف شدہ اشیاء) صاف کر کے وظائف کے احکام جاری کئے اور وصیت نامہ لکھا اور پرانے غلاموں کو آزاد کیا اور جو قرضہ تھا ادا کر دیا اور جہانتک ممکن ہو فائدہ پہنچایا اور دشمنوں کا قصور معاف کیا اور موت کا منتظر بیٹھ گیا یہاں تک کہ ماہ رمضان آگیا اور بغداد میں اُس جماعت کے ہاتھ سے شہید ہوا۔ خدا اُس کی دلیل کو روشن کرے اور اپنے بہشت کو اُس پر کشادہ کرے۔ لیکن چونکہ طالع مولود ردصدی[1] کدخدائی اور ہیلاج[2] میں درست تھا اور وہ منجم حاذق وفاضل۔ بیشک اُس کا وہ حکم درست ہوا[3] واللہ اعلم۔

حکایت ۷

۵۰۶؁ھ میں شہر بلخ بردہ فروشوں کی گلی میں امیر ابو سعد جرہ کے مکان میں خواجہ امام عمر خیام اور خواجہ امام مظفر اسفزاری ٹھہرے ہوئے تھے اور میں بھی ہر وقت اُس کی خدمت میں رہتا تھا میں نے بزم عشرت میں حجۃ الحق عمر سے سنا۔ اُس نے کہا کہ میری قبر ایسی جگہ میں ہوگی جہاں پر شمالی ہوا مجھ پر گل افشانی کرے گی۔ مجھے یہ بات محال معلوم ہوئی۔ میں نے سمجھ لیا کہ ایسا آدمی بیہودہ نہ بکیگا جب ۵۳۰؁ھ میں نیشاپور پہنچا چار سال گذر گئے تھے۔ جب سے اس بزرگ (عمر) نے نقاب خاک میں

ف۱ سات سو گز بلند ایک چبوترہ ہوتا ہے جس پر منجم بیٹھ کر حالات کو کب معلوم کرتے ہیں۔

ف۲ منجمین کی اصطلاح میں کدخدا اور کدبانو جسم اور رُوح کی دلیل ہے۔

ف۳ ایک سال ہے کہ منجم اُس میں عمر دریافت کرتے ہیں۔

منہ چھپا لیا تھا۔ اور دُنیائے فانی اس سے یتیم ہو گئی تھی۔ مجھ پر اس کا اُستادی حق تھا (یعنی میرا اُستاد تھا) میں جمعہ کے دن اس کی زیارت کو گیا اور ایک شخص کو اپنے ساتھ لے گیا تاکہ وُہ اس کی قبر مجھے بتلا دے۔ وُہ مجھے حیرہ کے قبرستان میں لے گیا اور بائیں ہاتھ کی جانب ہم پھرے باغ کی دیوار کے قریب میں نے اس کی قبر دیکھی (درامرود و زردآلو کے درختوں کی شاخیں اس باغ سے باہر نکلی ہوئی تھیں۔ اور اس قدر پھول کی پنکھڑیاں اس کی قبر پر پڑی ہوئی تھیں۔ کہ قبر پھولوں میں چھپ گئی تھی۔ مجھے وُہ حکایت جو شہر بلخ میں اس سے سُنی تھی یاد آگئی۔ مجھے رونا آیا کیونکہ بسیطِ عالم اور رُبع مسکوں میں کسی جگہ میں اس کی نظیر نہیں دیکھتا تھا۔ برکت دینوالا اور بزرگ خدا اپنے احسان و کرم سے اس کی جگہ جنت میں کرے۔

حکایت ۸

اگرچہ میں نے حجۃ الحق عمر کا حکم دیکھا لیکن احکام نجوم میں اس کا بالکل اعتقاد نہیں دیکھا اور نہ بزرگوں میں سے میں نے کسی کو دیکھا اور نہ سُنا کہ احکام میں اعتقاد رکھتا تھا۔ ۵۰۸ھ میں شہر مرو میں بموسم سرما سلطان نے ایک شخص کو خواجہ بزرگ صدر الدین محمد بن المظفر کے پاس بھیجا کہ خواجہ امام عمر سے کہئے کہ وہ ایسا دن بتلائے کہ ہم شکار کو جائیں اور ان چند ایام میں برف باری و بارش نہ ہو۔

خواجہ امام عمر خواجہ صدر الدین محمد کی صحبت میں تھا اور انہیں کے یہاں ٹھہرا کرتا تھا۔ خواجہ صدر الدین محمد نے ایک شخص کو بھیجکر اس کو بُلایا اور یہ ماجرا اُس سے کہا۔ وہ چلا گیا اور دو دن اُس میں صرف کئے اور اچھا دن معلوم کیا اور خود گیا اور سلطان کو بٹھایا (شکار کے لئے سوار کر دیا) جب سلطان بیٹھ گیا تو زمین سے ایک آواز نکلی اور ابر چھا گیا۔ ہوا چلنے لگی برف نرم باران گرنے لگا دونوں ہنسنے لگے۔ سلطان نے چاہا کہ واپس ہو جائے۔ خواجہ امام نے کہا بادشاہ اطمینان رکھے اسی وقت ابر کُھل جائیگا اور ان پانچ روز میں کچھ نم نہ ہوگا۔ سلطان نے گھوڑا بڑھا دیا۔ ابر کُھل گیا اور ان پانچ دن میں مطلقاً نم نہ رہا اور کسی نے بادل صفحہ بھی نہیں دیکھا۔

احکام نجوم اگرچہ ایک مشہور فن ہے لیکن قابل اعتماد نہیں اور منجم کو چاہئیے کہ اس میں زیادہ

اعتماد نہ کرے اور جو حکم بھی لگائے حکم خدا کے سپرد کر دے۔

حکایت ۹

بادشاہ پر واجب ہے کہ اس کے جو مصاحب و خدمتگار ہوں جہاں جائے اُن کو آزمائے
اگر وہ شرع کے معتقد ہوں اور اس کے فرائض و سنن پر قائم رہیں اور قبول کریں۔ ان کو مقرب و
عزیز کر کے اُن پر اعتماد کرے اور جو اس کے برعکس ہو تو اُس کو دُور کر دے اور اپنی مجلس والوں کو
اُس کے سایہ سے بچائے رکھے۔ کیونکہ جو شخص خدائے غالب و برتر کے دین اور شریعت محمد مصطفےٰ
صلعم پر اعتقاد نہیں رکھتا ہے اُس کو کسی سے اعتقاد نہیں ہوتا ہے۔ اور ایسا شخص اپنے اور
مخدوم (دونوں کیلئے) منحوس ہوتا ہے۔ سلطان غیاث الدنیا والدین محمد بن ملک شاہ قسیم
امیر المومنین نور اللہ تربتہٗ کے ابتدائی عہد میں ملک عرب نے سرکشی کی اور حلقہ اطاعت سے گردن
کھینچ لی اور پچاس ہزار عربوں کے ساتھ حلہ سے بغداد کا عازم ہوا۔ امیر المومنین المستظہر باللہ نے
خط پر خط اور قاصد پر قاصد اصفہان سلطان کی طلبی میں روانہ کیا۔ سلطان نجومیوں سے
اچھا دن چاہ رہا تھا کوئی بہتر دن نہ تھا۔ سلطان کے طالع کا صاحب اُلٹا تھا۔ اُنہوں نے کہا
اے خداوند ہمیں کوئی اچھا دن نہیں ملتا۔ سلطان نے کہا ڈھونڈو اور سختی اور برہمی کرنے لگا
نجومی فرار ہو گئے۔ ایک غزنوی تھا جو کوٹی گنبد میں دوکان لگاتا تھا اور فال گوئی کرتا تھا اور اسکے
پاس عورتیں آیا کرتی تھیں اور وہ حُب کے تعویذ لکھا کرتا تھا۔ اور اُس کے علم کی انتہا نہ تھی۔
بادشاہ کے ایک غلام کی دوستی کے وسیلہ سے بادشاہ کے سامنے جا پہنچا اور کہا کہ میں اچھا دن
معلوم کرتا ہوں۔ اس بہتر روز میں جا۔ اگر تو فتحمند نہ ہو تو میری گردن اُڑا دینا۔ فوراً سلطان
خوش دل ہو گیا اور اس کے بتلائے ہوئے دن سے سوار ہو گیا اور دو سو دینار نیشاپوری اس کو
دے کر روانہ ہو گیا۔ صدقہ سے لڑا اور لشکر کو شکست دے کر صدقہ کو پکڑ لیا۔ اور مار ڈالا جب
مظفر و منصور اصفہان واپس آیا تو فال گو کو انعام و خلعت گرانبہا دی اور مصاحب کر لیا صنہ
اور نجومیوں کو بُلا کر کہا تم نے بہتر دن نہیں بتایا۔ اس غزنوی نے ایک بہتر روز بتایا۔ ہم گئے
اور خدائے بزرگ و برتر نے اس کو صحیح کیا تم نے ایسا کیوں کیا؟ یقیناً صدقہ نے تمہارے پاس رشوت

بھیجدی تھی کہ تم کوئی بہتر دن نہ بتاؤ۔ سب زمین پر گر پڑے اور رو رو کر کہنے لگے اِس بہتر دِن بتائے ہوئے پر کوئی نجومی راضی نہیں تھا۔ اگر آپ چاہیں تو لکھ کر خراسان بھیجدیں کہ خواجہ امام عمر خیام (اس کے متعلق) کیا کہتا ہے۔ سلطان سمجھ گیا کہ یہ غریب سچ کہتے ہیں۔ اپنے مصاحبین میں سے ایک فاضل کو بلایا کہ تو کل اپنے گھر میں شراب پی اور غزنوی کو بلا کر اُس کو بھی شراب پلا دے اور انتہائی مدہوشی میں اس سے پوچھ کہ تو نے جو بہتر دن بتایا تھا اچھا نہیں تھا نجومی اس میں بہت سے نقص بتاتے ہیں۔ اس کے راز مجھ سے کہہ!

اُس مصاحب نے ایسا ہی کیا اور مستی میں اس سے پوچھا غزنوی نے کہا مجھے معلوم تھا کہ دو صورتوں سے باہر نہ ہوگا یا تو وہ لشکر شکست پائے گا یا یہ لشکر۔ اگر اُس لشکر نے شکست پائی تو مَیں خلعت پاؤں گا۔ اور اگر اس لشکر نے شکست پائی تو میری جانب کون مشغول ہوگا۔

دُوسرے دن (اس) مصاحب نے سلطان سے کہہ دیا سلطان کے حکم پر غزنوی فال گو کا اخراج کر دیا گیا۔ اور کہا کہ ایسا شخص جس کا مسلمانوں کے متعلق ایسا اعتقاد ہو منحوس ہوتا ہے۔ اور اپنے نجومیوں کو بلا کر معتمد علیہم کیا اور کہا کہ مَیں خود اس فال گو کو دُشمن رکھتا تھا۔ کیونکہ ایک نماز بھی نہیں پڑھتا تھا اور جو شخص شرع کو نہ چاہے ہمیں بھی نہیں چاہیئے۔

حکایت ۱۰

۵۴۷ھ میں سلطان عالم سنجر بن ملک شاہ و خداوند سلطان علاء الدنیا والدین کے باہم دراوبہ پر لڑائی ہوئی۔ غوری فوج کو شکست ہوئی اور خداوند سلطان مشرق خلد اللہ ملکہٗ (خدا اُس کا ملک ہمیشہ رکھے) گرفتار ہو گیا۔ اور خداوند زادہ ملک عالم عادل شمس الدولہ والدین محمد بن مسعود امیر سپہ سالار یرنقش ہریوہ کے ہاتھ گرفتار ہوا۔ اور پچاس ہزار دینار مقرر ہوئے۔ کہ اُس کا آدمی اُس کی درگاہ میں پہنچے اور وہ مال لائے۔ اور جب وہ مال ہری میں پہنچے تو خداوند زادہ کو چھوڑ دیں۔ سلطان عالم کی جانب سے وُہ خود مطلق العنان تھا ہری سے جاتے وقت خلعت نامزد کیا تھا مَیں اس حالت میں اس کی خدمت میں پہنچا۔ ایک دن بہت افسردگی کی

حالت میں مجھ سے فرمایا کہ آخر یہ رہائی کب ہو گی اور یہ روپیہ کب پہنچے گا۔ اس دن میں نے اس بہتر دن کے واسطے ارتفاع قائم کر کے نقش طالع کھینچا اور مقصد حاصل کر لیا۔ تیسرے دن اس سوال کی دلیل کشائش ثابت ہوئی تھی۔ مَیں دُوسرے دن آیا اور کہا کہ کل ظہر کی نماز کے وقت کوئی شخص آئیگا وُہ شہزادہ تمام دن اس فکر میں رہا۔ دُوسرے دن مَیں اس کی خدمت میں گیا۔ کہنے لگا آج کا وعدہ ہے مَیں نے کہا ہاں۔ ظہر کی نماز تک اس کی خدمت ہی میں حاضر رہا جب اذان کا آواز آیا بے قرار ہو کر کہا تو نے دیکھا کہ ظہر کی نماز کا وقت آگیا اور کوئی خبر نہیں آئی۔ وُہ شہزادہ اسی فکر میں تھا کہ ایک قاصد آیا اور یہ خوشخبری سُنائی کہ روپیہ لے آئے۔ پچاس ہزار دینار اور بکریاں اور دُوسری اشیاء۔ عزالدین محمُود حاجی آقائے خداوند زادہ حسام الدولہ والدین (آج کل) حاکم ہے۔ دُوسرے دن خداوند زادہ شمس الدولہ والدین سُلطان عالم کا خلعت پہنا اور آزاد ہُوا۔ اور بہت جلد اپنے مستقر پر جا پہنچا اور روزانہ اس کے مراتب بڑھ رہے ہیں اور بڑھتے رہیں۔ یہی زمانہ تھا کہ مجھ کو نوازا اور کہا نظامی! تجھے یاد ہے کہ تو نے ہری میں وُہ حکم لگایا تھا۔ اور ایسا صحیح نکلا مَیں نے چاہا تھا کہ تیرا مُنہ سونے سے بھر دوں (لیکن) وہاں میرے پاس سونا نہیں تھا۔ یہاں ہی سونا منگایا اور میرا مُنہ دوبار سونے سے بھر دیا۔ اور کہا یہ تو کچھ بہت نہیں ہے آستین پھیلا۔ مَیں نے آستین پھیلائی اُس نے پُر زر کر دی خدائے تبارک و تعالیٰ اپنے احسان اور کرم سے روزانہ اس دولت کو بڑھائے۔ اور ان دونوں شہزادوں کو ملک معظم کے سایۂ عاطفت میں رکھے۔

عزیز

چوتھا مقالہ [ص ۸۲]

عِلم طب اور طبیب کی ہدایت میں

طب ایسی صناعت ہے کہ اُس صناعت سے اِنسان کے بدن میں صحت نگاہ رکھتے ہیں۔ اور جب زائل ہو جاتی ہے۔ تو اُسے پھر واپس لے آتے ہیں اور اُس کو بال کی درازی مُنہ کی پاکی، خوشبو اور کشادگی سے آراستہ کرتے ہیں لیکن طبیب کو چاہیئے کہ وہ خوش اخلاق، نفس کا جاننے والا فراست شناس ہو، اور حدس، آرائے درست میں نفس کی ایک حرکت ہے یعنی معلوم سے مجہول کی طرف ایک سُرعت اِنتقال ہے۔ اور جو طبیب کہ نفس اِنسان کی بزرگی نہ پہچانے، رقیق الخلق نہ ہووے اور جب تک منطق نہ جانے حکیم النفس نہیں۔ اور جب تک مدد کرنے والا نہ ہو خدا کی مدد کے ساتھ تیز ادراک نہ ہووے۔ اور جو تیز ادراک نہ ہو بیماری کی حقیقت پر نہ پہنچے۔ اِس لئے کہ نبض[۱] سے دلیل لینا چاہیئے اور نبض انبساط[۲] اور انقباض[۳] کی حرکت ہے۔ اور وہ سکون کہ ان دونوں حرکتوں کے درمیان ہوتا ہے (اس میں) طبیبوں کا اختلاف ہے۔ ایک گروہ نے کہا ہے کہ حرکت انقباض کو حِسّ[۴] میں نہیں پا سکتے ہیں۔ لیکن افضل المتاخرین حجۃ الحق الحسین بن عبداللہ بن سینا کتاب قانون میں کہتا ہے حرکت انقباض کو کم گوشت کی انتہا میں مشکل سے پا سکتے ہیں اور اُس وقت نبض دس قسم کی ہے اور اُن میں سے ہر ایک کی تین قسمیں ہیں دو اُس کے آس پاس اور ایک درمیانی۔ اور جب تک خدا کی مدد اُس کے استصواب[۵] کے ہمراہ نہ ہو فکر درست نہیں ہو سکتی ہے۔

---

[۱] نبض بمعنی رگ کا ہلنا اور رگ ۱۲ [۲] مجازاً بمعنی خوشی اور بچھایا ہوا ۱۲ [۳] گرفتگی۔ [۴] معلوم کرنا، اندازہ سے دریافت کرنا، آگاہ ہونا وغیرہ۔ [۵] درست چاہنا، درست گننا، کسی کے کام کو راست پانا ۱۲

اور قارورہ کے لئے بھی اسی طرح اُس کے رنگوں اور رسوب[۱] کو دیکھنا اور ہر رنگ سے ایک حالت پر دلیل لینا معمولی کام نہیں ہے اور یہ تمام دلائل خدائی مدد اور بادشاہی ہدایت کے محتاج ہیں۔ انہیں معنوں کو ہم نے حدس کی عبارات میں یاد کیا صہ ۸۳ ہے۔ اور جب تک طبیب منطق نہ جانے اور جنس اور قسم نہ پہچانے فصل[۲]، خاصہ[۳] اور عرض[۴] میں فرق نہیں کر سکتا ہے اور نہ بیماری پہچانتا ہے۔ اور جب بیماری کو نہ پہچانے ٹھیک علاج نہیں کر سکتا ہے اور ہم اس جگہ ایک مثل بیان کرتے ہیں جس سے معلوم ہو کہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ہم کہتے ہیں۔ مرض جنس ہے اور بخار اور درد سر اور زکام اور سرسام[۵] اور حصبہ[۶] اور یرقان[۷] قسم اور ہر ایک فصل میں آپس سے جدا ہو جاتی ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک پھر جنس ہو جاتی ہیں مثلاً بخار جنس ہے اور حمی یوم اور غب اور شطر الغب اور ربع قسمیں۔ اور ہر ایک، ایک ذاتی فصل میں آپس سے جدا ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ حمی یوم دوسرے بخاروں سے جدا ہوتا ہے اور جان تو کہ اس کی بہت بڑی مدت ایک شبانہ روز ہے۔ اور اُس میں تکسّر[۸]، گرانی، کاہلی اور درد نہیں ہوتا ہے۔ اور مطبقہ بخار دوسرے بخاروں سے جدا ہوتا ہے۔ جان لو کہ جب آجاتا ہے۔ تو کئی روز تک نہیں اترتا۔ اور بخار غب دوسرے بخاروں سے جدا ہوتا ہے۔ جان کہ ایک روز آتا ہے اور دوسرے روز نہیں آتا ہے۔ اور شطر الغب بخار دوسرے بخاروں سے جدا ہوتا ہے۔ جان لو کہ ایک روز بہت سخت آتا ہے اور تھوڑی دیر رہتا ہے اور دوسرے روز بہت کم آتا ہے اور بہت دیر رہتا ہے اور ربع بخار دوسرے بخاروں سے الگ ہوتا ہے

[۱] وہ چیز جو پانی اور شراب اور پیشاب وغیرہ کی تہ میں بیٹھ جائے فارسی میں اُس کو دُرد اور ہندی میں تلچھٹ کہتے ہیں
[۲] جدا کرنا، جدا ہونا، دو چیزوں کے درمیان کا پردہ وغیرہ [۳] وہ صفت جو کسی سے خاص ہو [۴] وہ چیز جو دوسری چیز کے سبب سے قائم ہو [۵] ایک دماغ کی بیماری ہے جس میں آدمی بیہوش ہو جاتا ہے۔ دماغ میں ورم پیدا ہونے سے یہ مرض ہوتا ہے اور یہ لفظ سر اور سام بمعنی ورم سے مرکب ہے [۶] چھوٹے چھوٹے دانے بڑی جلن والے جو آدمی کے جسم میں نکلتے ہیں اُس کو فارسی میں سرخچہ کہتے ہیں یہ بھی چیچک کی ایک قسم ہے [۷] آنکھ اور بدن کی زردی [۸] ٹوٹ جانا ۱۲

جان تو ایک روز آتا ہے اور دوسرے اور تیسرے روز نہیں آتا ہے۔ اور چوتھے روز آتا ہے۔ اور یہ پھر ہر ایک جنس ہوتے ہیں اور اُن کی قسمیں ظاہر ہوتی ہیں جب طبیب منطق جانتا ہے اور حاذق[1] ہوتا ہے اور جانتا ہے کہ کونسا بخار ہے اور اُس بخار کا مادہ کیا ہے۔ مرکب ہے یا مفرد۔ جلد علاج کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اگر بیماری کے پہچاننے میں عاجز رہے تو خدائے بزرگ کی طرف رجوع کرے اور اُس سے مدد چاہے اور اگر علاج میں عاجز رہے تو بھی خدا کی طرف رجوع کرے اور اُس سے اُس کو چاہیے کہ سب کی بازگشت اُسی کی طرف ہے۔

حکایت ۱

۵۱۲ھ میں نیشاپور کے عطاروں کے بازار میں محمد منجم طبیب کی دوکان پر میں نے خوجہ امام ابوبکر دقاق سے سُنا کہ اُس نے بیان کیا کہ ۵۰۲ھ میں نیشاپور کے ایک رئیس کو قولنج[2] کا عارضہ ہو گیا۔ مجھ کو بُلایا۔ میں نے دیکھا اور علاج میں مشغول ہوا اور جو کچھ اس بارہ میں ہو سکا کرتا رہا صد۸۴ لیکن شفا نہ ہوئی اور تین روز گذر گئے میں مغرب کے وقت نا اُمید ہو کر اور یہ خیال کر کے کہ وہ آدھی رات تک مر جائیگا واپس ہوا اور اس رنج میں سو گیا صبح بیدار ہوا اور خیال کیا کہ مر گیا ہوگا۔ کوٹھے پر چڑھا اور مُنہ اُس طرف کر کے کان لگائے لیکن کوئی ایسی آواز نہ سُنی جو اُس کے مرنے کی دلیل ہوتی میں نے سورۃ الحمد پڑھی اور اُس طرف دیکھا اور کہا اے میرے خدا، میرے سردار اور میرے مالک تو نے قرآن شریف میں فرمایا ہے[3] وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۔ اور میں افسوس کرتا تھا کہ جوان، انعام کرنے والا اور نعمت بخش تھا۔ اور پوری کام انجامی رکھتا تھا۔ پس میں نے وضو کیا اور مصلّی پر گیا اور سُنّت پڑھیں۔ ایک شخص نے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے دیکھا تو اُس کا آدمی تھا آواز دی کہ (دروازہ) کھول۔ میں نے کہا خیر تو ہے کہا کہ (ہاں) اس وقت آرام ہے۔

---

[1] زیرک، دانا [2] وہ درد شدید جو قولون انتڑی میں پیدا ہوتا ہے [3] اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں کہ وہ ایمان والوں کے حق میں تو شفاء و رحمت ہے ۱۲۔

مَیں نے سمجھ لیا کہ (یہ) سورۂ فاتحہ کی برکتوں سے ہوا ہے۔ اور یہ شربت خدا کے شفاخانہ سے پُہنچا ہے۔ اور یہ مجھ کو تجربہ ہوا اور بہت جگہ یہ شربت مَیں نے دیا۔ سب کو موافق ہوا اور شفا حاصل ہوئی۔ پس طبیب کو چاہیئے کہ نیک اعتقاد ہو اور شریعت کی امر و نہی کو بزرگ رکھے۔ اور علم طب سے چاہیئے فصُول بقراط اور مسائل حنین اسحٰق اور مُرشد محمد زکریا رازی اور شرح نیلی کہ ان مجملات کو بیان کیا ہے حاصل کرے۔ اور اُس کے بعد کہ کسی مہربان اُستاد سے پڑھا ہو مطالعہ کرے اور کتب وسط سے ذخیرہ ثابت قرہ یا منصوری محمد زکریا رازی یا ہدایہ ابوبکر جوینی یا کفایہ احمد فرج یا اغراض سیّد اسمٰعیل جرجانی کو پُوری کوشش سے مہربان اُستاد کے پاس پڑھے اور کتب بسائط جیسے ستہ عشرہ جالینوس یا حاوی محمد زکریا۔ یا کامل الصناعۃ یا صد باب بوسہل مسیحی یا قانون بوعلی سینا یا ذخیرۂ خوارزم شاہی سے ایک کو حاصل کرے۔ اور اطمینان کے وقت مطالعہ کرتا رہے۔ اور اگر چاہے کہ ان تمام سے بے پرواہ ہو جائے تو قانون پر کفایت کرے۔ دونوں جہان کے سردار اور انس و جن کے دونوں گروہ کے پیشوا فرماتے ہیں۔ کل صید فی جوف الفرا (یعنی) تمام شکار گورخر کے پیٹ میں ہیں۔ یہ جو کچھ کہ مَیں نے کہا بہت سے زوائد کے ساتھ قانون میں پایا جاتا ہے اور جس شخص کو قانون کی پہلی جلد معلوم ہو علم طب کے اصُول اور اُس کی کلیات سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہ سکتی ہے اس لئے کہ بقراط اور جالینوس زندہ ہوں تو جائز ہے کہ صفحہ ۸۵ اس کتاب کے سامنے سجدہ کریں اور ایک مَیں نے عجیب بات سُنی کہ اس کتاب میں ایک شخص نے بوعلی پر اعتراض کیا اور ان اعتراضوں کی ایک کتاب بنائی اور اصلاح قانون نام رکھا۔ کہے تو کہ دونوں کو مَیں دیکھتا ہوں کہ مُصنّف کیسا دلدادہ مرد ہے۔ اور تصنیف کی گئی کتاب کیسی مکروہ۔ کیوں کسی شخص کو ایسے بزرگ پر اعتراض کرنا چاہیئے کہ اُس کی تصنیف حاصل کرے۔ پہلے مسائل اُس پر مشکل ہوں۔ چار ہزار سال ہوئے کہ پہلے حکمار نے اپنی جانیں برباد کیں اور جانوں کو ضائع کیا۔ جب بھی علم حکمت کو اُس کی جگہ پر نہ لا سکے یہاں تک کہ اس مُدت کے بعد حکیم مطلق اور فیلسوف اعظم ارسطاطالیس نے اس نقد کو منطق کے کاغذ پر تولا اور حدود کی کسوٹی پر آزمائش کی اور قیاس کے پیمانہ سے ناپا یہاں تک کہ اُس سے شک و شُبہ دُور ہو کر (علم حکمت) پاک و صاف ہو گیا اور اُس کے بعد اس ڈیڑھ ہزار

سال میں کوئی فیلسوف اُس کی بات کی تہ کو نہ پہنچا اور اُس کی روانی کی طرح نہ چلا۔ مگر متاخرین کا افضل، مشرق کا حکیم، مخلوق پر خدا کی دلیل ابو علی الحسین بن عبد اللہ بن سینا۔ اور جس شخص نے اِن دونوں بزرگوں پر اعتراض کیا اپنے کو عقلمندوں کے گروہ سے خارج کیا اور دیوانوں کے زمرہ میں داخل ہوا اور بے وقوفوں کی جماعت میں جلوہ کیا۔ خدائے بزرگ و برتر اپنے احسان اور مہربانی سے ہم کو اِن بیہودگیوں اور خواہشوں سے محفوظ رکھے۔ پس اگر کوئی طبیب قانون کی پہلی جلد سے واقف ہو اور اُس کی عمر چالیس سال کی ہو گئی ہو۔ صاف اعتماد ہو اور اگرچہ یہ درجہ حاصل ہو جائے چاہیئے کہ ان چھوٹی کتابوں میں سے کہ تجربہ کار اُستادوں نے تصنیف کی ہیں کسی ایک کو ہمیشہ اپنے پاس رکھے۔ جیسے محمد بن زکریا کی تحفۃ الملوک اور ابن مندویہ اصفہانی کی کفایہ اور ابو علی کی تدارک انواع الخطاء فی تدبیر الطبی اور خفی علائی اور یادگار سید اسمٰعیل جرجانی۔ کیونکہ حافظہ پر بھروسہ نہیں ہے کہ آخر میں دماغ موخر ہوتا ہے کہ بہت دیر میں کام دیتا ہے۔ یہ خطر اُس کے لئے معین ہے۔ پس جو بادشاہ کہ طبیب اختیار کرے جو شرائط کہ ہم نے لکھیں اُس میں ہونا چاہیئے کہ اپنی عُمر و جان کو ہر جاہل کے ہاتھ میں دینا اور اپنی جان کی تدبیر ہر غافل کی گود میں رکھنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔

حکایت ۲

بختیشوع بغداد کا ایک نصرانی طبیب حاذق اور مہربان دوست اور مامون کی خدمت میں ملازم تھا۔ جب بنی ہاشم سے مامون کے ایک رشتہ دار کو دست آنے لگے (اور) مامون کو اُس رشتہ دار سے بہت محبت تھی۔ اُس نے بختیشوع کو بھیجا کہ اُس کا علاج کرے وہ حاضر ہوا اور مامون کی وجہ سے بہت غور سے علاج کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اور اُسے جس قدر عمدہ علاج یاد تھے سب کئے لیکن کوئی فائدہ نہ کیا اور لاعلاج ہو گیا۔ اور مامون سے شرمندہ رہتا تھا۔ مامون کو معلوم ہوا کہ بختیشوع شرمندہ رہتا ہے۔ کہا اے بختیشوع شرمندہ مت ہو کہ تو اپنی کوشش اور بندگی بجا لایا۔ مگر خدائے بزرگ نہیں چاہتا ہے۔ خدا کے حکم پر راضی رہو کہ ہم نے رضا دی۔ بختیشوع نے جب مامون کو نا اُمید دیکھا تو کہا کہ ایک علاج اور رہا ہے

امیرالمومنین کے اقبال سے کرتا ہوں۔ اگرچہ خطرہ ہے لیکن ممکن ہے کہ خدائے تعالیٰ راست لائے۔
اور بیمار ہر روز پچاس ساٹھ بار (پاخانہ کیلئے) بیٹھتا تھا پس مسہل بنایا اور بیمار کو دیا جس
روز کہ مسہل پیا زیادہ ہوا۔ دوسرے روز پھر کھڑا ہوا۔ طبیبوں نے اُس سے سوال کیا کہ
یہ کیا خوف تھا کہ کیا تو نے؟ جواب دیا کہ ان دستوں کا مادہ دماغ سے تھا۔ جب تک دماغ سے
نہ اُترتا یہ دست موقوف نہ ہوتے اور میں ڈرتا تھا کہ اگر مسہل دوں ایسا نہ ہو کہ قوت دستوں
کے ساتھ ختم ہو جائے۔ جب نا اُمید ہو گئے تو میں نے کہا آخر مسہل میں اُمید ہے اور نہ دینے میں
کوئی اُمید نہیں (اس لئے) میں نے (مسہل) دیا اور خدا پر بھروسہ کیا کہ وہ طاقت والا ہے۔ خدا
تعالیٰ نے توفیق دی اور وہ اچھا ہو گیا اور (میرا) قیاس درست نکلا۔ اس لئے کہ مسہل نہ دینے میں
مرنے کی اُمید تھی اور مسہل دینے میں موت اور زندگی دونوں کی اُمید تھی۔ مسہل دیا زیادہ بہتر دیکھا۔

حکایت ۳

ص ۸۷

شیخ رئیس حجۃ الحق ابو علی سینا نے کتاب مبدا و معاد، آخر فصل امکان وجود امور نادرہ
عن ھٰذہ النفس میں حکایت بیان کی۔ کہتا ہے کہ مجھے معلوم ہوئی اور میں نے سُنی کہ ایک طبیب
سامانی بادشاہ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ اور اس قدر ذی اثر ہوا کہ محل میں جاتا اور بیگموں اور
پردہ نشینوں کی نبض دیکھتا۔ ایک روز بادشاہ کے ساتھ محل میں ایسی جگہ بیٹھا تھا کہ کوئی دوسرا
شخص وہاں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ بادشاہ نے کھانے کی کوئی چیز مانگی۔ مامائیں کھانے کی چیزیں
لائیں۔ ایک لونڈی خوان سالار تھی اُس نے خوان سر سے اُتارا اور جھکی اور زمین پر رکھا۔ پھر
چاہا کہ سیدھی ہو جائے (مگر) نہ ہو سکی۔ غلیظ ہوا اُس کے جوڑوں میں حادث ہو جانے کی وجہ سے
ویسی ہی رہ گئی۔ بادشاہ طبیب کی طرف متوجہ ہوا کہ اسی وقت جس طرح ہو سکے اُس کا علاج کرنا
چاہیئے۔ اور اس جگہ طبیعی تدبیر کی کوئی وجہ نہ تھی اور کوئی مجال نہ رکھتی تھی۔ دوائیں دور ہونے
کی وجہ سے تدبیر نفسانی کی طرف خیال کیا اور فرمایا تو اوڑھنی اُس کے سر سے کھینچی اور اُس کے
بال ننگے کر دیئے تاکہ اُسے شرم آئے اور وہ حرکت کرے اور اُس کو اپنی وہ حالت بُری
معلوم ہو کہ سب کے سامنے اُس کا سر اور چہرہ ننگا ہو لیکن اُس کی حالت بدستور رہی۔ اس سے

زیادہ بُری جگہ پر ہاتھ لیگیا اور فرمایا تو اُس کا پاجامہ اُتار دیا۔ شرم آئی اور اُس کے باطن میں حرارت حادث ہوئی چنانچہ اُس غلیظ ہوا کو تحلیل کیا اور وُہ سیدھی کھڑی ہوگئی اور سیدھی اور صحیح حالت میں واپس ہوگئی۔ اگر طبیب حکیم اور قادر نہ ہوتا اُس کو یہ استنباط[1] نہ ہوتا۔ اور اس علاج سے عاجز رہتا اور جب (علاج سے) عاجز رہتا تو بادشاہ کی نظر سے گرجاتا پس طبعی اشیاء کا پہچاننا طبعی موجودات کا تصور اس باب سے ہے۔ اور وُہ زیادہ جاننے والا ہے۔

حکایت ۴

آل سامان کے ایک بادشاہ امیر منصور بن نوح بن نصر کو بھی ایک بیماری پیدا ہوئی جو پُرانی ہوئی صث۸۸ قائم رہی اور طبیب اُس کے علاج سے عاجز رہے۔ امیر منصور نے ایک آدمی کو بھیجا اور محمد بن زکریا رازی کو اُس کے علاج کے لئے بُلایا۔ وہ اموی تک آیا اور جب دریائے جیحون کے کنارہ پر پہنچا اور جیحون کو دیکھا کہا مَیں کشتی میں نہ بیٹھوں گا۔ خدائے تعالیٰ نے کہا ولاتلقوا باید یکم الی التھلکہ۔ خدائے تعالیٰ کہتا ہے کہ خود کو اپنے ہاتھ سے ہلاکت میں مت ڈالو۔ اور نیز اپنے آپ ایسے مہلکہ میں بیٹھنا حکمت سے نہیں ہے۔ اور یہاں تک کہ امیر کا آدمی بُخارا گیا اور پھر واپس آیا۔ اُس نے کتاب منصوری تصنیف کی اور اُس شخص کے ہاتھ بھیجدی اور کہا مَیں یہ کتاب ہوں اور اس کتاب سے تیرا مقصود حاصل ہے۔ میری ضرورت نہیں ہے۔ جب کتاب امیر کو پہنچی بہت ناراض ہوا۔ پھر ہزار دینار اور خاص گھوڑا اور زین کا اسباب بھیجا اور کہا کہ پہلے نرمی اور ملائمت کرو اگر اس سے کوئی فائدہ نہ ہو تو اُس کے ہاتھ اور پاؤں باندھو اور کشتی میں بٹھاؤ اور پار اُتارو۔ ایسا کیا اور وہ راضی نہ ہوا۔ تو اُس کے ہاتھ و پاؤں باندھے اور کشتی میں بٹھایا اور پھر اُس کے ہاتھ پیر کھول دیئے اور ساز و سامان کے ساتھ گھوڑا پیش کیا اور وہ خوش ہو کر سوار ہوا اور بخارا کی طرف چلا لوگوں نے سوال کیا کہ ہم ڈرتے تھے کہ جب پانی سے گزریں اور تجھ کو کھولیں ہمارے ساتھ تو دشمنی کرے (لیکن) نہ کی اور تجھ کو تنگدل اور غمگین ہم نے نہ دیکھا۔ کہا مَیں جانتا ہوں کہ سال میں

---

[1] چننا ۱۲

بیس ہزار آدمی جیحون سے گذرتے ہیں اور غرق نہیں ہوتے اور مَیں بھی نہ ہوؤں گا اور لیکن ممکن ہے
کہ ہو جاؤں اور جب ڈوب جاؤں تو قیامت تک لوگ کہیں کہ محمدؒ زکریا عجب بیوقوف آدمی تھا
کہ خود بخود کشتی میں بیٹھا تو ڈوب گیا۔ اور تمام ملامت کئے گئے لوگوں سے نہ ہوؤں نہ معذوروں سے۔
جب بخارا[۱] پہنچا تو امیر آیا اور ایک دوسرے کو دیکھا اور علاج شروع کیا اور کوشش صرف کی
کوئی آرام ظاہر نہ ہوا۔ ایک روز امیر کے پاس آیا اور کہا کل دوسرا علاج کروں گا۔ لیکن اس
علاج میں فلاں گھوڑا اور فلاں خچر صرف ہوگا۔ اور یہ دونوں دوڑنے میں اس قدر مشہور تھے
کہ ایک رات میں چالیس فرسنگ چلتے تھے۔ پس دوسرے روز امیر کو جوئی مولیان[۱] کے حمام
میں لے گیا۔ حمام کے باہر اُس گھوڑے اور خچر کو تیار کر کے اور تنگ کھینچکر حمام کے دروازہ پر
موجود رکھا اور رکاب داری اپنے غلام کو فرمائی اور کسی نوکر چاکر کو صفحہ ۸۹ حمام میں نہ چھوڑا۔
پس بادشاہ کو حمام کے بیچ میں بٹھایا اور نیم گرم پانی ڈالتا تھا اور جو شربت کہ چاشنی سے تیار
کیا تھا اُس کو دیا تو پیا اور اُس کو اس قدر (حمام) میں رکھا کہ اخلاط[۲] کے لئے جوڑوں میں
نضج[۳] ظاہر ہوا۔ پس گیا اور کپڑے پہنے اور آیا اور امیر کے برابر کھڑا ہو گیا اور چند سخت باتیں کہیں
کہ کیوں تو نے ایسا حکم دیا کہ مجھ کو باندھا اور کشتی میں ڈالا اور میرے خون کے درپے ہوئے۔
اگر اُس کے عوض میں تیری جان نہ لوں تو زکریا کا لڑکا نہیں ہوں۔ امیر بہت غصہ ہوا اور اپنی
جگہ سے اُٹھ کر زانو تک آ گیا۔ محمدؒ زکریا نے ایک چھری کھینچی اور زیادہ سختی کی امیر ایک غصے اور
دوسرے خوف سے اُٹھا۔ اور محمدؒ بن زکریا نے جب امیر کو کھڑا ہوا دیکھا تو لوٹا اور حمام سے باہر آیا
وہ اور غلام دونوں گھوڑے اور خچر پر سوار ہوئے اور آموی کی طرف متوجہ ہوئے۔ دوسری نماز تک
پانی سے گذر گیا اور مرو تک کسی جگہ کھڑا نہ ہوا۔ جب مرو میں اُترا تو امیر کی خدمت میں خط لکھا
کہ بادشاہ کی زندگی دراز ہو۔ بدن کی صحت اور امر کے نفاذ میں خادم نے علاج شروع کیا اور جو کچھ
ممکن تھا بجا لایا۔ حرارت غریزی[۴] پورے ضعف کے ساتھ تھی اور طبعی علاج میں دیر ہوتی اُس سے

---

[۱] نام ایک ندی کا بخارا میں [۲] خون، صفرا، بلغم، سودا، اور یہ خلط کی جمع ہے [۳] ہر شے کا پکنا، زخم، مادہ اور خلط کا پکنا [۴] اصلی گرمی جو رُوح کی اصلی حرارت سے بدن میں ہوتی ہے۔ اور یہ ایک بخار لطیف ہے جو دل کے جوف سے اُٹھتا ہے اور تمام رگوں اور پٹھوں میں پھیلتا ہے ۱۲

ہاتھ اُٹھایا اور علاج نفسانی میں آیا۔ اور حمام میں لے گیا اور شربت دیا اور چھوڑا۔ یہاں تک کہ نضجی اخلاط نے تمام پایا۔ پھر بادشاہ کو غصہ میں لایا تو حرارت غریزی کو مدد ملی اور قوت آئی اور اُن نضج قبول کئے ہوئے اخلاط کو تحلیل[۱] کیا۔ اور اس کے بعد مناسب نہیں ہے کہ میرے اور بادشاہ کے درمیان کوئی جمعیت رہے، لیکن جب امیر کھڑا ہوا اور محمدؒ زکریا باہر گیا اور بیٹھا تو فوراً بیہوش ہوگیا۔ جب پھر ہوش میں آیا اور غلاموں کو آواز دی اور کہا کہ طبیب کہاں گیا۔ کہا حمام سے باہر آیا اور وہ گھوڑے پر اور اُس کا غلام خچر پر سوار ہوکر چلے گئے۔ امیر نے جانا کہ آخر مقصد کیا ہے پس اپنے پاؤں سے حمام سے باہر آیا (یہ) خبر شہر میں مشہور ہوئی اور امیر نے اجازت دی۔ اور نوکر، چاکر اور رعیت نے خوشیاں کیں اور صدقے دیئے اور قربانیاں کیں۔ اور جشن کئے اور طبیب کو ہر چند تلاش کیا (مگر) نہ پایا۔ ساتویں روز غلام محمدؒ زکریا صنؒ اُس خچر پر بیٹھا ہوا اور گھوڑے کو خالی ساتھ لئے ہوئے پہنچا اور خط پیش کیا۔ امیر نے خط پڑھا اور تعجب کیا اور اُس کو معذور جانا۔ اور خلعت، اسباب زین، جبہ، دستار، ہتھیار، غلام اور لونڈی عطا فرمائی۔ اور حکم دیا تو تھوڑا سا سامان محفوظ میں سے ہر سال سونے کے دو ہزار دینار اور دو سو غلہ کے خروار[۲] اُس کے نام پر جاری کئے۔ اور اس خلعت اور روزینہ کو ایک مشہور شخص کے ہاتھ مرو بھیجا اور امیر نے صحت کلی پائی۔ اور محمدؒ زکریا بامُراد گھر پہنچا۔

حکایت ۵

ابو العباس مامون خوارزم شاہ۔ ابو الحسین احمد بن محمدؒ السہلی نامی وزیر مرد حکیم طبع اور کریم النفس اور فاضل رکھتا تھا۔ اور ایسا ہی خوارزم شاہ حکیم طبع اور فاضل دوست تھا، اور اُس کے سبب سے کئی حکیم اور فاضل مثل ابو علی سینا، ابو سہل مسیحی، ابو الخیر خمار، ابو ریحان بیرونی، اور ابو نصر عراقی اُس درگاہ پر جمع ہوگئے تھے لیکن ابو نصر عراقی، خوارزم شاہ کا بھتیجا اور علم ریاضی اور اس کے انواع میں دوسرا بطلیموس تھا اور ابو الخیر طب میں تیسرا بقراط اور جالینوس تھا۔ اور ابو ریحان نجوم میں ابو معشر اور احمد بن عبد الجلیل کی بجائے تھا۔ اور ابو علی سینا اور ابو سہل مسیحی علم حکمت میں ارسطاطالیس کے بعد تھے جو تمام

[۱] کسی چیز کے اجزا کا کھول دینا۔ کسی چیز کو گلا کر فانی کر دینا وغیرہ [۲] بڑا تودہ۔ اس قدر بوجھ جس کو گدھا اُٹھا سکے ۱۲۔

علوم پر شامل ہے۔ یہ گروہ اُس کی خدمت میں دُنیا سے بے فکری رکھتے تھے اور آپس میں گفتگو میں بہت محبت اور خط و کتابت میں عیش کرتے تھے۔ زمانہ نے پسند نہ کیا اور آسمان نے جائز نہ رکھا۔ وہ عیش اُن پر مکدر ہوا اور اُس زمانہ نے اُن پر نقصان کیا۔ بادشاہ کے نزدیک سے یمین الدولہ محمود معروفی خط کے ساتھ پہنچا۔ خط کا مضمون جیسا کہ میں نے سُنا یہ تھا کہ خوارزم شاہ کی مجلس میں کئی بےنظیر فاضل آدمی مثل فلاں اور فلاں کے ہیں۔ چاہیئے کہ اُن کو ہماری مجلس میں بھیجے تاکہ وہ ہماری مجلس کی بزرگی حاصل کریں اور ہم اُن کے علوم اور کفایات سے قوی پُشت ہوں۔ اور وُہ احسان ہم خوارزم شاہ سے رکھتے ہیں اور اُس کا قاصد خواجہ حسین بن علی صـ۹۱ میکال تھا کہ زمانہ کا ایک افضل اور بہتر تھا اور زمانہ کے لوگوں سے اعجوبہ تھا اور محمود کا کام اُس کے ملک کی دولت کے عروج میں بڑی رونق رکھتا تھا اور اُسکی دولت اعلیٰ اور دُنیا کے بادشاہ اُس کے ساتھ سلوک کرتے تھے۔ اور رات کو اُسی کے خیال میں سوتے تھے۔ خوارزم شاہ، خواجہ حسین میکال کو اچھی جگہ لایا اور الطاف نادر فرمائے۔ اور قبل اس کے کہ اُس کو اجازت دے حکماء کو بُلایا اور یہ خط اُن کے سامنے پیش کیا اور کہا محمود طاقتور ہے اور بہت لشکر رکھتا ہے۔ اور خراسان اور ہندوستان کو حاصل کیا ہے اور عراق کا لالچ باندھے ہوئے ہے۔ مجھ میں ایسی طاقت نہیں ہے کہ اُس کے حکم کی تعمیل نہ کروں اور اُس کا فرمان نہ مانوں۔ تمہاری اس میں کیا رائے ہے۔ ابو علی اور ابو سہل نے کہا ہم نہیں جاتے لیکن ابو نصر۔ ابو الخیر اور ابو ریحان نے رغبت کی کہ بادشاہ کی بخششوں کے صلوں کی خبر سُنتے تھے پس خوارزم شاہ نے کہا تم دونوں آدمیوں کو کہ رغبت نہیں ہے قبل اس کے کہ میں اس مرد کو اجازت دوں تم اپنا راستہ لو۔ پس خواجہ نے ابو علی اور ابو سہل کا اسباب تیار کر دیا اور ایک رہنما اُن کے ساتھ کر دیا۔ گرگان کے راستہ سے گرگان کی طرف روانہ ہو گئے۔ دُوسرے روز خوارزم شاہ نے حسین علی میکال کو اجازت دی اور اُس کی تعریفیں کیں۔ اور کہا میں نے خط پڑھا اور خط کے مضمون اور بادشاہ کے فرمان سے واقف ہوا۔ ابو علی اور ابو سہل چلے گئے ہیں لیکن ابو نصر، ابو ریحان اور ابو الخیر ارادہ کرتے ہیں کہ خدمت میں حاضر ہوں۔ اور تھوڑے ہی زمانہ میں اُن کا اسباب تیار کر دیا۔ اور خواجہ حسین میکال کے ساتھ بھیج دیا۔ اور بلخ میں سلطان یمین الدولہ محمود کی خدمت میں آئے اور اُسکی درگاہ میں مل گئے۔ اور بادشاہ کا اُن سے مقصود ابو علی اور ابو نصر عراقی نقاش تھا۔ فرمایا تو

بوعلی کی تصویر بنائی اور نقاشوں کو بلایا تو اُس تصویر کی چالیس تصویر بنائیں اور فرمانوں کیساتھ اطراف میں بھیجیں۔ اور اطراف کے لوگوں سے درخواست کی کہ اس صورت کا ایک شخص ہے اور اُس کو ابوعلی سینا کہتے ہیں (اُس کو) طلب کریں اور میرے پاس بھیجیں لیکن جب ابوعلی اور ابوسہل، ابوالحسین السہلی کے آدمی کے ساتھ خوارزم شاہ کے پاس سے گئے۔ ایسا کیا کہ صبح تک پندرہ فرسنگ[۱] چلے تھے۔ صبح کو ایک کنوئیں پر اُترے۔ پس ابوعلی نے جنتری لی اور دیکھا کہ کس طالع سے نکلا ہے۔ جب دیکھا ابوسہل کی طرف مُنہ کیا اور کہا جس طالع سے کہ ہم نکلے ہیں، راستہ بھول جائیں گے اور بہت سختی اُٹھائیں گے، ابوسہل نے کہا ہم اللہ کی مرضی پر راضی ہیں۔ مَیں خود جانتا ہوں کہ سلامتی سے یہ سفر طے نہ کرسکوں گا کہ میری سیران دو روز میں عیوق[۲] پر پہنچ گئی ہے اور وُہ قاطع[۳] ہے۔ مجھ کو کوئی اُمید نہیں رہی ہے۔ اور اس کے بعد ہم سے چند آدمیوں کی مُلاقات ہوگی پس روانہ ہوئے۔ ابوعلی نے بیان کیا کہ چوتھے روز ایک ہوا چلی۔ دھول اِس قدر اُٹھی کہ دُنیا تاریک ہوگئی۔ اور وُہ لوگ راستہ بھول گئے۔ اور ہوا نے راستہ کو مٹا دیا۔ جب ہوا تھمی، راہنما اُن سے زیادہ گمراہ ہوگیا تھا۔ اُس خوارزم کے جنگل کی گرمی میں پیاس کے مارے ابوسہل مسیحی نے عالم بقا کو انتقال کیا۔ اور راہنما اور ابوعلی طوس چلا گیا اور اور نیشاپور پہنچا۔ ایک مخلوق کو دیکھا کہ ابوعلی کی تلاش کرتے تھے۔ پریشان ہوکر ایک گوشہ میں ٹھہرا اور چند روز وہاں رہا اور وہاں سے گرگان کی طرف متوجہ ہوا۔ کہ قابوس گرگان کا بادشاہ بزرگ مرد، فاضل دوست اور حکیم طبع تھا۔ ابوعلی نے جانا کہ اُس کو وہاں کوئی آفت نہ پہنچے گی۔ جب گرگان پہنچا ایک سرائے میں اُترا۔ مگر اُس کا ایک ہمسایہ بیمار ہوگیا۔ اُس نے علاج کیا اچھا ہوگیا۔ دُوسرے بیمار کا بھی علاج کیا (وہ بھی) اچھا ہوگیا۔ صبح کو لوگوں نے قارورہ لانا شروع کیا۔ اور ابوعلی دیکھتا تھا اور اُس کا دخل ظاہر ہوا اور روز بروز بڑھتا رہا۔ ایک زمانہ اسی طرح بسر کر رہا تھا کہ قابوس بادشاہ گرگان کے ایک عزیز وشمگیر کو ایک بیماری پیدا ہوئی اور طبیب اُس کے علاج کے لئے متوجہ ہوئے۔ کوشش اور پوری کوشش کی مگر آرام نہ ہوا۔

---

[۱] تین میل کے برابر [۲] نام ایک ستارہ کا آسمان پر۔ جو نہایت سُرخ رنگ اور بہت روشن اور کہکشاں کے دہنے کنارہ پر ہے [۳] جُدا کرنے والا ۱۲۔

اور قابوس کو اُس سے بہت بڑی محبت تھی۔ یہاں تک کہ ایک غلام نے قابوس سے کہا کہ فلاں کارواں سرائے میں ایک جوان بڑا طبیب اور نہایت مبارک ہاتھ آیا ہے۔ اور کئی آدمیوں نے اُس کے ہاتھ سے شفا پائی۔ قابوس نے فرمایا کہ اُس کو بلاؤ اور بیمار کے پاس لے جاؤ۔ کہ علاج کرے کہ ایک کو ایک پر فضیلت ہے۔ پس ابو علی کو طلب کیا اور بیمار کے پاس لے گئے۔ ایک جوان نہایت خوبصورت، مناسب اعضاء والاخط نو دمیدہ اور بیمار پڑا ہوا دیکھا۔ پس بیٹھا اور اُس کی نبض پکڑی اور قارورہ منگایا اور دیکھا۔ ص ۹۳ پھر کہا مجھ کو ایک ایسا شخص چاہیئے کہ گرگان کے تمام محلوں اور بالاخانوں کو پہچانتا ہو۔ لائے اور کہا یہ لے۔ ابو علی نے بیمار کی نبض پر ہاتھ رکھا اور کہا گرگان کے محلوں کا نام لینا شروع کر۔ اُس نے محلوں کا نام لینا شروع کیا۔ ایسے محلہ تک پہنچا کہ بیمار کی نبض نے اُس حالت میں ایک عجیب حرکت کی۔ پس ابو علی نے کہا کہ اس محلہ کی گلیوں کا نام لے اُس شخص نے لیا۔ ایسی گلی کے نام پر پہنچا کہ وہ (نبض کی) عجیب حرکت پھر لوٹی۔ پھر ابو علی نے کہا ایسا شخص چاہیئے کہ اس گلی کے تمام گھروں کو جانتا ہو۔ لائے اور گھروں کا نام لینا شروع کیا۔ یہاں تک کہ ایک ایسے گھر پر پہنچا کہ یہ حرکت پھر ہوئی۔ ابو علی نے کہا اب ایسا شخص چاہیئے کہ گھر والوں کے پورے نام جانتا ہو اور اُن کا نام لے۔ لائے اور نام لینا شروع کیا۔ یہاں تک کہ ایسے نام پر آیا کہ وہی حرکت پیدا ہوئی۔ اُس وقت ابو علی نے کہا معلوم ہو گیا۔ پھر قابوس کے معتمدوں کی طرف مُنہ کیا اور کہا کہ یہ جوان فلاں محلہ اور فلاں گلی اور فلاں گھر میں فلاں نام لڑکی پر عاشق ہے، اور اس کی دوا اُس لڑکی کا وصال اور اس کا علاج اُس کا دیدار ہے پس بیمار کان لگائے ہوئے تھا اور جو کچھ خواجہ ابو علی کہتا تھا وہ سُنتا تھا۔ شرم کے مارے مُنہ لحاف میں چھپا لیا۔ جب معلوم ہوا، تو ایسا ہی تھا جو خواجہ ابو علی نے کہا تھا۔ پس اس حال کو قابوس کے سامنے بیان کیا۔ قابوس کو بہت تعجب ہوا۔ اور کہا کہ اُس کو میرے پاس لاؤ۔ خواجہ ابو علی کو قابوس کے سامنے لے گئے۔ اور قابوس کے پاس ابو علی کی تصویر تھی کہ سلطان یمین الدولہ نے بھیجی تھی۔ جب قابوس کے سامنے آیا تو کہا کیا تو ابو علی ہے۔ کہا اے بادشاہ بزرگ ہاں۔ قابوس تخت سے اُتر پڑا، اور چند قدم ابو علی کا استقبال کیا اور اُس کو گلے سے لگا لیا اور اُس کے ساتھ ایک مسند پر تخت کے

سامنے بیٹھ گیا اور اُس کی بزرگیاں اور تعریفیں کیں اور کہا اجل فضل اور فیلسوف اکمل اس علاج کی کیفیت ضرور بھر کہے۔ ابو علی نے کہا جب مَیں نے نبض اور اُس کا قارورہ دیکھا مجھے یقین ہوگیا کہ عشق کی بیماری ہے۔ اور حال کے چھپانے کی وجہ سے اُس کا یہ حال ہو گیا ہے۔ اگر اُس سے دریافت کروں سچ نہ کہے۔ پس اُس کی نبض پر مَیں نے ہاتھ رکھا محلّوں کے نام لئے جب معشوق کے محلّہ پر پُہنچا عشق نے اُس کو ہلا دیا حرکت دل پر گئی۔ مَیں نے جان لیا کہ اس محلّہ میں ہے۔ صہ ۹۴ مَیں نے کہا تو گلی کا نام لیا جب اپنے معشوق کی گلی کا نام سُنا وہی بات پیدا ہوئی۔ گلی کا نام بھی مجھے معلوم ہو گیا۔ مَیں نے حکم دیا تو گھروں کا نام لیا جب معشوق کے گھر کے نام پر پُہنچا وہی حالت ظاہر ہوئی۔ مجھے گھر کا بھی پتہ چل گیا۔ مَیں نے کہا تو تمام گھر والوں کا نام لیا۔ جب اپنے معشوق کا نام سُنا تو نہایت متغیر ہوا۔ مَیں معشوق کو بھی بھانپ گیا۔ پھر مَیں نے اُس سے کہا وہ انکار نہیں کر سکتا تھا (لہٰذا) اقرار کیا۔ قابوس نے اس علاج سے بہت تعجب کیا اور متعجب رہا اور سچ ہے تعجب کی جگہ تھی۔ پھر کہا اے بزرگتر، فاضل تر، کامل تر، عاشق اور معشوق دونوں میرے بھانجا بھانجی ہیں۔ اور باہم خالہ زادوں کے لئے کوئی صورت بتا. تاکہ ہم اُن کا عقد کریں۔ پس خواجہ ابو علی نے پسندیدہ طریقہ بتایا اور اُنہوں نے عقد کیا اور عاشق اور معشوق کو ملا دیا۔ اور وہ جوان بادشاہزادہ خوبصورت ایسے رنج سے کہ مرنے کے قریب تھا چھوٹ گیا اس کے بعد قابوس نے خواجہ ابو علی کو جس قدر ہو سکا خوش رکھا۔ اور وہاں سے گذر گیا۔ شہنشاہ علاء الدولہ کی وزارت پر پُہنچا اور وہ خود تاریخ ایام خواجہ ابو علی سینا میں مشہور ہے۔

حکایت ۶

صاحب کامل الصناعۃ، فارس (ضلع) شہر شیراز میں عضد الدولہ کا وزیر تھا۔ اور اُس شہر میں ایک حمّال تھا کہ چار سو اور پانچ سو سیر بوجھ پیٹھ پر اُٹھاتا اور ہر پانچ چھ مہینے میں اُس حمّال کو درد سر ہوتا اور بیقرار ہوتا اور دس پندرہ روز اسی طرح رہتا۔ ایک بار اُس کو وہ درد ہوا جسے سات آٹھ روز گذر گئے تھے۔ اور کئی بار اُس نے نیت کی تھی کہ خود کو ہلاک کرے۔ آخر ایسا اتفاق ہوا کہ ایک روز وہ بزرگ طبیب اُس حمّال کے گھر کے دروازہ سے گذرا۔ حمّال کے بھائی اُس کے سامنے دوڑے اور سلام کیا اور

اُس کو خدا کی قسم دی اور بھائی کا احوال اور اُس کے درد سر (کی کیفیت) طبیب سے کہی۔ طبیب نے کہا اُسے مجھے دکھاؤ۔ پس اُس حمال کو اُس کے پاس لیگئے۔ جب اُس کو دیکھا ایک عجیب مرد اور قوی شکل اور جوتے کی جوڑ پیر میں ص۹۵ پہنے ہوئے کہ ہر پاؤں (کا جوتا) وزن میں ڈیڑھ سیر تھا۔ پس اُس کی نبض دیکھی اور قارورہ مانگا پھر کہا اُس کو میرے ساتھ جنگل میں لاؤ۔ ایسا ہی کیا۔ جب جنگل میں گئے طبیب نے اپنے غلام سے کہا کہ حمال کی پگڑی سر سے اُتار کر گردن میں ڈال دے اور خوب بل دے پھر دُوسرے غلام سے کہا اُس کا جُوتہ پیر سے اُتار اور بیس ۲۰ جُوتہ اُس کے سر پر مار۔ غلام نے ایسا ہی کیا۔ اُس کے لڑکے چلانے لگے لیکن طبیب دبدبہ والا اور عزّت دار تھا (لہذا) کچھ نہ کر سکتے تھے پھر غلام سے کہا کہ وہ رومال کہ تو نے گردن میں بل دیا ہے پکڑ اور میرے گھوڑے پر بیٹھ اور اُس کو اپنے ساتھ کھینچتا ہوا دوڑا۔ غلام نے ایسا ہی کیا اور اُس کو اس جنگل میں اس قدر دوڑایا کہ اسکی ناک سے خون جاری ہوگیا اور کہا اب چھوڑ دے۔ چھوڑ دیا اور وہ خون مُردار سے زیادہ گندہ بہتا تھا۔ وہ شخص اسی خون بہنے کی حالت میں سوگیا۔ تین سو درم کے برابر خون اُس کی ناک سے بہہ گیا اور پھر کھڑا ہوگیا۔ پس اُس کو پکڑا اور گھر میں لائے۔ نیند سے بیدار نہ ہوا اور ایک دن رات سوتا رہا اور وہ اُس کا درد سر جاتا رہا اور علاج کی ضرورت نہ رہی اور (درد سر) پھر نہ ہوا عضد الدولہ نے اُس سے اس علاج کی کیفیت پوچھی۔ کہا اے بادشاہ وہ خون دماغ میں مادی نہ تھا کہ ایارج فیقرا[۱] سے اُتر جاتا۔ اور اُس کے علاج کی وجہ اس کے سوا نہ تھی کہ مَیں نے کی۔

حکایت ۷

مالیخولیا ایسی بیماری ہے کہ طبیب اُس کے علاج سے عاجز رہتے ہیں۔ اگرچہ سوداوی امراض تمام دیر پا ہیں لیکن مالیخولیا دیر سے دُور ہونے میں خاص خاصیت رکھتا ہے اور ابوالحسن بن یحییٰ نے کتاب معالجات بقراطی میں کہ طب میں کسی نے ایسی کتاب نہیں لکھی ہے چند ماموں، حکیموں، فاضلوں اور فلسفیوں کے متعلق کہ اُس بیماری میں بیمار ہوئے ہیں، بیان کیا لیکن مجھ سے میرے اُستاد الشیخ الاسلام ابو جعفر بن محمد ابی سعد المعروف بہ صرخ نے (اور اُنہوں نے) الشیخ الامام

---

[۱] نسخہ مرکب ملین ۱۲۔

محمد بن عقیل القزوینی سے اور انہوں نے امام فخر الدولہ کالنجار البوئی سے حکایت بیان کی کہ آل بویہ
کے ایک عزیز کو مالیخولیا ہو گیا صہ ۹۶ اور اس بیماری میں اُس کی ایسی صورت ہو گئی کہ وہ مثل
ایک گائے کے ہو گیا۔ تمام دن آواز نکالتا تھا۔ اور اِس اور اُس سے کہتا تھا کہ مجھ کو قتل کر ڈالو۔
کہ میرے گوشت سے ہریسہ[۱] اچھا بنے گا۔ یہاں تک کہ کام اِس درجہ پر پہنچا کہ کچھ نہ کھاتا تھا
اور بہت دن گذر گئے اور ناشتہ کیا اور طبیب اُس کے علاج سے عاجز ہوئے۔ اور خواجہ ابو علی
اس حالت میں وزیر تھا اور شہنشاہ علاء الدولہ محمد بن دشمندیار اُس پر پوری توجہ رکھتا تھا اور تمام
ملک اُس کے ہاتھ میں دیدیا تھا۔ اور تمام کام اُس کی رائے اور تدبیر پر چھوڑ دیئے تھے۔ اور
سچ ہے کہ سکندر کے بعد کہ ارسطو اُس کا وزیر تھا۔ اور کسی بادشاہ نے ابو علی کی طرح وزیر نہ رکھا
تھا اور اس حال میں کہ خواجہ ابو علی وزیر تھا اور ہر روز صبح سے پہلے اُٹھتا اور کتاب شفا سے ایک
ورق تصنیف کرتا۔ جب صبح صادق ہوتی شاگردوں شل کیا رئیس بہمینار اور ابو منصور بن زیلہ اور
عبد الواحد جرجانی اور سلیمان دمشقی کو اجازت دیتا۔ اور مَیں کہ کالنجار کے ساتھ ہوں۔ صبح تک
سبق پڑھتا۔ اور اُس کے پیچھے نماز پڑھتا۔ اور جب ہم دونوں باہر آتے مشہوروں اور معروفوں
اور حاجتمندوں اور عرضی والوں کے ہزار سوار اُس کے گھر کے دروازہ پر جمع ہو جاتے تھے۔
پھر دفتر میں ظہر کی نماز تک رہتا۔ اور جب واپس ہوتا دستر خوان ہرا آتا۔ بہت سے آدمی اُس کیساتھ
روٹی کھاتے۔ پھر قیلولہ[۲] کی طرف مشغول ہوتا اور جب اُٹھتا نماز پڑھتا اور شہنشاہ کے سامنے جاتا
اور عصر کی نماز تک اُس کے پاس گفتگو اور شرکت رہتی۔ ملک کے کاموں میں اُن کے درمیان دو آدمی
تھے کہ تیسرا ہرگز نہ ہوتا۔ اور اس حکایت سے مقصود وہ ہے کہ خواجہ کو بالکل فرصت نہ ہوتی۔ پس
جب طبیب لوگ اُس جوان کے علاج سے عاجز ہوئے تو لوگوں نے شاہنشاہ ملک معظم علاء الدولہ
سے وہ حال کہا اور اُس کو سفارشی بنایا۔ کہ خواجہ سے کہے تاکہ اُس جوان کا علاج کرے۔ علاء الدولہ
نے اشارہ کیا اور خواجہ نے قبول کیا۔ پھر کہا تم لوگ اُس جوان کو بشارت دو کہ قصائی آتا ہے
تاکہ تجھے ذبح کرے اور اُس جوان سے کہا تو وہ خوشی کرتا تھا۔ پس خواجہ بیٹھا، ویسے ہی

---

[۱] ہریسہ ایک قسم کی آش جس کو کٹے ہوئے گیہوں، گوشت، گھی، نمک اور مصالحہ وغیرہ سے تیار کرتے ہیں۔ ۱۲
[۲] دوپہر دن چڑھے کے وقت سونا۔ ۱۲

دبدبہ کے ساتھ بیمار کے گھر کے دروازہ صـ۹۷ پر آیا اور دو آدمیوں کے ساتھ گیا اور ایک چھری ہاتھ میں لیکر کہا یہ گائے کہاں ہے تاکہ اُس کو ذبح کروں۔ اُس جوان نے بیل کی طرح آواز کی یعنی یہاں ہے۔ خواجہ نے کہا اُس کو گھر کے صحن میں لاؤ۔ اور اُس کے ہاتھ اور پاؤں باندھو، اور گراؤ۔ بیمار نے جب وہ سُنا دوڑا اور گھر کے صحن میں آیا اور سیدھے پہلو پر سو گیا اور اُس کے پاؤں خوب باندھے۔ پھر خواجہ ابو علی آیا اور چھری پر چھری تیز کی اور بیٹھا اور اُس کے پہلو پر جس طرح قصائیوں کی عادت ہوتی ہے ہاتھ رکھا۔ پھر کہا واہ یہ کیسی دبلی گائے ہے یہ ذبح کرنے کے لائق نہیں ہے۔ اس کو چارہ دو تاکہ موٹی ہو جائے اور اُٹھا اور باہر آیا اور آدمیوں سے کہا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کھول دو۔ اور جس چیز کے کھلانے کا حکم دوں اُس کے پاس لے جاؤ اور اُس سے کہو کھا تاکہ جلد موٹا ہو جائے۔ ایسا ہی کیا جو خواجہ نے کہا۔ کھانے کی چیزیں اُس کے پاس لے گئے اور وہ کھاتا تھا اور اُس کے بعد کھانے اور پینے کو جو خواجہ فرماتا اُس کو دیتے اور کہا کہ خوب کھا تاکہ اس گائے کو خوب موٹا کرے۔ وہ سُنتا اور اس اُمید پر کہ موٹا ہو جائے کھاتا۔ تاکہ اُس کو ذبح کریں۔ پھر جس طرح خواجہ ابو علی فرماتا اُس کے موافق طبیب اُس کے علاج کی طرف متوجہ ہوئے۔ ایک مہینہ صلاح سے گذرا اور صحت پائی۔ اور تمام عقلمند جانتے ہیں کہ ایسا علاج کرنا ممکن نہیں ہے۔ مگر پوری بزرگی اور پورے علم اور پوری دانائی سے۔

حکایت ۸

ملک شاہ کے زمانہ اور بعضوں کے نزدیک سنجر کے زمانہ میں ہرات میں ایک فیلسوف[۱]، ایک مرد سخت بزرگ، فاضل اور کامل تھا۔ اور اُس کو ادیب اسمٰعیل کہتے تھے۔ لیکن اُس کا اسباب اور معاش طبیبی آمدنی سے ہوتا۔ اور اُس کیلئے اسی واسطے نادر علاج بہت ہیں۔ ایک وقت قصائیوں کے بازار سے گذرتا تھا۔ ایک قصائی ایک بکری کو اُدھیڑ رہا تھا۔ اور کبھی کبھی بکری کے پیٹ میں ہاتھ ڈالتا اور گرم چربی نکالتا اور کھاتا۔ جب خواجہ اسمٰعیل نے اُس کی وہ حالت دیکھی، برابر کے بقال سے کہا کہ اگر کسی وقت یہ قصائی مر جائے تو قبل اس کے کہ اس کو دفن کریں۔ مجھ کو صـ۹۸ خبر کر۔ بقال نے کہا

---

[۱] حکیم، عقلمند ۔ ۱۲

مشکریہ۔ جب اِس بات کو پانچ چھ مہینے گذر گئے۔ ایک روز صبح کو خبر مشہور ہوئی کہ کل رات فلاں قصائی مرگ مفاجات[1] میں بغیر بیماری اور سبب کے مر گیا۔ اور یہ بقال تعزیت کو گیا۔ ایک مخلوق (اپنے) کپڑے پھاڑے ہوئے دیکھی اور ایک جماعت اُس کی حسرت میں جلتی تھی۔ کہ جوان تھا۔ اور چھوٹے لڑکے رکھتا تھا۔ پس اُس بقال کو خواجہ اسمٰعیل کی بات یاد آئی دوڑا اور اُس کو خبر کی۔ خواجہ اسمٰعیل نے کہا جلد چل۔ پس لکڑی لی اور اُس گھر میں گیا اور چادر مُردہ کے مُنہ سے اُٹھائی اور اُسکی نبض پر ہاتھ رکھا اور ایک کو فرمایا تو لکڑی اُس کے پاؤں کی پیٹھ پر مارتا تھا۔ ایک گھنٹہ بعد کہا کافی ہے پس سکتہ کا علاج شروع کیا۔ اور تیسرے روز مُردہ اُٹھ بیٹھا، اگرچہ فالج زدہ ہو گیا (لیکن) برسوں زندہ رہا۔ اس کے بعد لوگ تعجب کرتے تھے اور اُس بزرگ نے پہلے سے دیکھا تھا کہ اُس سکتہ ہوگا۔

حکایت ۹

شیخ الاسلام عبداللہ انصاری پاک کرے اللہ رُوح اُن کی، اس خواجہ کے ساتھ تعصّب کرتا تھا۔ اور کئی بار اُس کا اِرادہ کیا اور اس کی کتابیں جلا دیں۔ اور یہ مذہبی تعصّب تھا کہ ہراتیوں نے اُس کے متعلق اعتقاد کیا تھا کہ وُہ مُردہ زندہ کرتا ہے اور وہ اعتقاد عوام کیلئے نقصان رکھتا تھا۔ مگر شیخ بیمار ہوا۔ اور دورانِ مرض میں ہچکیاں آنے لگیں۔ ہر چند طبیبوں نے علاج کیا فائدہ نہ ہوا۔ نا اُمید ہوئے آخر نا اُمیدی کے بعد شیخ کا قارورہ اُس کے پاس بھیجا۔ اور اُس سے عِلاج کی خواہش غیر کے نام سے کی۔ خواجہ اسمٰعیل نے جب قارورہ دیکھا کہا یہ فلاں کا قارورہ ہے اور اس کو ہچکیاں آتی ہیں اور اس میں عاجز ہو گئے ہیں۔ اور اُس سے کہو تا کہ ایک استار[2] پستہ مغز کے چھلکے ساڑھے چار مثقال عسکری[3] شکر کے ساتھ کوٹکر اُس کو دیں تا کہ مخلصی پائے۔ اور کہو کہ علم سیکھنا چاہیئے اور کتاب نہ جلانا چاہیئے۔ پس ان دونوں چیزوں سے سفوف بنایا اور بیمار نے کھایا اور فوراً ہچکیاں بند ہو گئیں۔ اور بیمار اچھا ہو گیا۔

---

[1] اچانک موت [2] ایک وزن جو ساڑھے چار مثقال کا ہوتا ہے [3] منسوب بہ عسکر، نام شہر اور منتخب میں لکھا ہے کہ حرمین کے درمیان ایک گاؤں ہے۔ ۱۲۔

حکایت ۱۰

جالینوس کے زمانہ میں شہر اسکندریہ کے ایک مشہور شخص کے ہاتھ کے سرے میں درد ہوا اور بیقرار رہا اور کچھ آرام نہ ہوا۔ جالینوس کو خبر کی، مرہم بھیجا کہ اس کے کاندھے کے سرے پر لگائیں۔ جیسا کہ جالینوس نے فرمایا تھا ویسا ہی کیا فوراً درد جاتا رہا اور بیمار تندرست ہو گیا اور طبیبوں نے تعجب کیا۔ پس جالینوس سے پوچھا کہ یہ کیا علاج تھا۔ کہ تو نے کیا۔ کہا وہ پٹھا[1] کہ ہاتھ کے سرے پر درد کرتا تھا اس کا مخرج کاندھے کے سرے سے ہے میں نے جڑھ کا علاج کیا شاخ اچھی ہو گئی۔

حکایت ۱۱

فضل بن یحیٰی برمکی کے سینہ پر کسی قدر برص[2] ظاہر ہوا بہت بیمار رہو گیا اور حمام میں جانا رات کو قرار دیا تاکہ کوئی شخص اس پر مطلع نہ ہو۔ پس ندیموں کو جمع کیا اور کہا آج عراق، خراسان، شام اور فارس میں کونسے طبیب کو حاذق جانتے ہیں۔ اور اس بات میں کون بہت مشہور ہے۔ کہا جاثلیق فارسی شیراز میں۔ ایک آدمی کو بھیجا اور حکیم جاثلیق کو فارس سے بغداد میں لایا۔ اور اس کے ساتھ مقابل بیٹھا اور امتحان کے طور پر کہا میرے پاؤں میں فتور رہتا ہے علاج کی تدبیر کرنا چاہیئے (حکیم جاثلیق نے کہا) تمام چکنائیوں اور کھٹائیوں سے پرہیز کرنا چاہیئے اور غذا چنے کا پانی (یا پانی میں چنے بھگوکر) کھانا چاہیئے اور ایک سال کی مرغیوں کا گوشت اور مرغ کے انڈوں کے حلوے کو شہد میں ملانا اور اس سے کھانا چاہیئے۔ جب اس غذا کی ترتیب پورا انتظام قبول کرلے گی تو میں دواؤں کی تدبیر کروں گا فضل نے کہا ایسا ہی کروں گا۔ فضل نے عادت کے موافق اس رات تمام چیزیں کھائیں۔

---

[1] عصب، عصبہ کی جمع ہے۔ یہ لفظ محاورہ میں اکثر مفرد کی بجائے بولا جاتا ہے۔ ۱۲۔

[2] کوڑھ، مزاج کے فساد سے بدن کا بگڑ جانا۔ سیاہ یا سفید دھبے پڑ جانا۔ ۱۲۔

اور زیربا[۱] ئے بنایا تھا سب کام میں لایا اور چٹنیوں اور ترشیوں سے کچھ پرہیز نہ کیا۔
دوسرے روز جاثلیق آیا اور قارورہ طلب کیا اور دیکھا، بہت غصّہ ہوا اور کہا میں یہ
علاج نہ کروں گا۔ آپ کو کھٹائیوں اور چکنائیوں سے میں نے منع کیا ہے (اور) آپ
زیربائے کھاتے ہیں اور چٹنی اور آموں سے پرہیز نہیں کرتے ہیں۔ علاج موافق نہ ہوگا
پس فضل بن یحیٰی نے اُس بزرگ کی ہوشیاری اور دانائی پر شاباش کی اور اپنی بیماری
اُس کے سامنے بیان کی اور کہا میں نے اِس کام کے لئے بُلایا اور جو میں نے کیا یہ
امتحان تھا۔ جاثلیق نے علاج شروع کیا اور جو کچھ اس بارہ میں تھا کیا۔ ایک زمانہ
گذر گیا (لیکن) کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اور حکیم جاثلیق اپنے پر پیچ و تاب کھاتا تھا کہ یہ اِس قدر
بڑا کام نہ تھا۔ اور اس قدر بڑھ گیا۔ یہاں تک کہ فضل بن یحیٰی کے پاس ایک دن بیٹھا ہوا
تھا۔ کہا اے صاحب بزرگ جو کچھ علاج تھا میں نے کیا۔ کچھ اثر نہ کیا۔ شائد باپ
آپ سے ناراض ہے۔ باپ کو خوش کیجئے تاکہ میں اِس بیماری کو آپ سے دُور کروں۔
فضل اُس رات اُٹھا اور یحیٰی کے پاس گیا اور اُس کے پاؤں پر گر پڑا۔ اور اُس کی
رضا طلب کی، اور وُہ بوڑھا باپ اُس سے خوش ہو گیا (اور جاثلیق اُس کا اُسی طرح
علاج کرتا رہا (آخر کار) مُنہ بھلائی کی طرف کیا اور تھوڑی مُدت میں شفا کامل پائی)
پھر فضل نے جاثلیق سے پُوچھا کہ تو نے کیسے جان لیا کہ بیماری کا سبب باپ کی
ناخوشی ہے۔ جاثلیق نے کہا۔ کہا میں نے جو علاج کہ تھا کیا فائدہ نہ ہوا۔ میں نے کہا
اس مرد بزرگ نے کسی جگہ سے لات کھائی ہے۔ میں نے دیکھا کسی کو نہ پایا کہ رات کو
آپ سے ناخوش اور رنج میں سوتا۔ بلکہ آپ کے صدقوں، صِلوں اور خلعتوں سے
بہت آدمیوں نے آرام پایا ہے۔ میں نے خبر پائی کہ باپ آپ سے آزردہ ہو گیا ہے
اور آپ کے اور اُس کے درمیان کچھ رنجش ہے۔ میں نے جان لیا کہ اُسی سبب سے ہے۔
یہ علاج میں نے کیا (اور) بیماری جاتی رہی۔ اور میرا خیال غلط نہ تھا۔ اور اُس کے بعد فضل بن
یحیٰی نے جاثلیق کو مالدار کیا اور فارس بھیج دیا۔

[۱] زیربا ایک قسم کے کھانے کا نام۔ ۱۲

حکایت ۱۲

۵۴۷ھ میں کہ سُلطان عالم سنجر بن ملک شاہ اور میرے صاحب علاء الدنیا والدین الحسین بن الحسین (دراز کرے اللہ تعالیٰ اُن دونوں کا ملک اور سلطنت) کے درمیان سرائے اوبہ (حدود ہرات) میں جنگ ہوئی اور غور کے لشکر کو بڑا نقصان پہنچا اور مَیں غلام ہرات میں چھپنے والے کی طرح پھرتا تھا۔ اُس سبب سے کہ غور کی طرف منسوب تھا۔ شریر دُشمن ہر طرح کی باتیں کہتے تھے اور میری تکلیف پر صد ہا خوشی کرتے تھے۔ اِس درمیان میں ایک رات ایک آزاد مرد کے گھر گیا۔ اور جب ہم نے روٹی کھائی اور مَیں کسی ضرورت سے باہر آیا تو وُہ آزاد مرد کہ اُس کے سبب سے مَیں اُس جگہ پڑا تھا مگر میری تعریف کرتا تھا کہ لوگ اُس کو شاعر جانیں لیکن شاعری کے علاوہ خود فاضل مرد۔ نجوم۔ طب۔ ترسل اور دُوسری قسموں میں متبحر ہے۔ جب مَیں واپس آیا تو صاحب خانہ نے میرا دُوسری طرح احترام کیا۔ جیسا کہ محتاج کرتے ہیں۔ اور جب ایک گھنٹہ ہوا میرے نزدیک بیٹھا اور کہا۔ اے فلاں ہیں ایک لڑکی رکھتا ہوں اور اُس کے علاوہ کچھ نہیں رکھتا ہوں۔ اور بہت نعمت ہے اور اُس لڑکی کو ایک بیماری ہے کہ عذر[1] کے زمانہ میں دس پندرہ سیر سُرخی (خون) اُس سے جاتی ہے اور وُہ بہت کمزور ہو جاتی ہے اور ہم نے طبیبوں سے مشورہ کیا اور کئی آدمیوں نے علاج کیا کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اگر (خون) بند کرتے ہیں تو پیٹ پھول جاتا ہے اور درد ہوتا ہے۔ اور اگر (خون) کھول دیتے ہیں تو بہ جاتا ہے اور ضعف ظاہر ہوتا ہے۔ اور مَیں ڈرتا ہوں کہ ایسا نہ ہو کہ یکبارگی قوت ساقط ہو جائے۔ مَیں نے کہا۔ اِس مرتبہ جب یہ بیماری ظاہر ہو مجھے خبر کر۔ اور جب دَس روز گذر گئے لڑکی کی ماں آئی اور مجھے لے گئی اور لڑکی کو میرے سامنے لائی۔ ایک لڑکی دیکھی نہایت اچھی دہشت زدہ زندگی سے نا اُمید ہے فوراً میرے پاؤں پر گر پڑی۔ اور کہا اے باپ

[1] ایام حیض۔ ۱۲۔

خدا کے لئے میری فریاد پر پہنچ کہ جوان اور دنیا نہ دیکھے ہوئے ہوں۔ اِس طرح کہ میرے آنسو نکل پڑے۔ مَیں نے کہا اطمینان رکھ کہ یہ آسان ہے۔ پس اُس کی نبض پر مَیں نے ہاتھ رکھا، قوی پائی اور چہرہ کا رنگ بھی قائم تھا۔ اور عشرہ سے زیادہ موجود تھا۔ جیسے امتلا، قوت، مزاج، سحنہ[۱]، سن[۲]، فصل، ہوا[۳]، بلد، عادت، اعراض[۴]، ملائمہ اور ضاعت[۵] فصادی کو مَیں نے پڑھا۔ مَیں نے حکم دیا تو اُس کے دونوں ہاتھوں سے رگ باسلیق کھولی اور مَیں نے عورتوں کو اُس کے پاس سے الگ کیا، اور فاسد خون جاتا تھا۔ پھر امساک[۶] اور تصریح[۷] کے ساتھ ہزار درم کے برابر مَیں نے خون لیا۔ اور لڑکی بیہوش ہو گئی۔ پھر مَیں نے حکم دیا تو آگ لائے اور اُس کے کباب بناتا تھا اور مرغ کو اُلٹ پلٹ کرتا تھا۔ یہاں تک کہ گھر کباب کے دھوئیں سے بھر گیا اور اُس کے دماغ میں گیا اور ہوش میں آئی۔ اُچھلی اور روئی پھر شربت پیا۔ اور اُس کے لئے معتدل مفرح بنایا۔ اور ایک صد ۱۰۲ ہفتہ علاج کیا۔ خون اپنی جگہ پر آ گیا اور وُہ بیماری جاتی رہی۔ اور عذرا اپنے قرار پر واپس آیا۔ اور اُس کو مَیں نے بیٹی بنایا۔ اور اُس نے مجھ کو باپ کہا اور آج میرے پاس دُوسری اولاد کی طرح ہے۔

---

۵۱ آدمی کی شکل، مُنہ اور صورت، نرمی اور نازکی۔۱۲۔

۵۲ دانت، سال، مقدار وغیرہ۔۱۲۔

۵۳ شہر کی ہوا۔۱۲۔

۵۴ ملائم بیماریاں۔۱۲۔

۵۵ فصد کھولنے کا پیشہ۔۱۲۔

۵۶ ناز کرنا۔۱۲۔

۵۷ بند کرنا، روکنا۔۱۲۔

۵۸ خالص ظاہر کرنا۔۱۲۔

فصل

اِس رسالہ کے لکھنے اور اس مقالہ کی تقریر سے مقصود بزرگی کا ظاہر کرنا نہیں ہے۔ اور خدمت کا ذکر نہیں بلکہ مبتدی کو ہدایت ہے۔ اور تعریفیں صاحب بزرگ بادشاہ تائید کیا گیا ظفر پایا ہوا، مدد پایا ہوا، دُنیا اور دولت کی تلوار، اِسلام اور مُسلمانوں کی مدد، دُنیا والوں میں برگزیدہ بادشاہوں اور بادشاہوں کا افتخار، مشرکوں اور کافروں کا برباد کرنے والا، بے دین اور بدعتی لوگوں پر غصہ کرنے والا، زمانہ کا ظاہر کرنے والا، مخلوق کا دستگیر، خلافت کا مددگار، مذہب کی خوبصورتی، اماموں کی بزرگی، عرب و عجم کا انتظام دُنیا کا اصیل، بلندیوں کا آفتاب، امیروں کا بادشاہ، ابو الحسن علی بن مسعود بن الحسین، مددگار مُسلمانوں کا سردار، زیادہ کرے اللہ اُسکی بزرگی اور زیادہ کرے نیکبختی میں اُس کا اقبال کہ بادشاہی کو اُس کے مکان میں مفاخرت ہے۔ اور دولت کو اُس کی خدمت میں دلیری خدائے برتر و بزرگ دولت کو اُس کے جمال سے آراستہ اور ملک کو اُس کے کمال سے پیراستہ کرے۔ اور بادشاہزادہ مدد یافتہ، ظفر، مدد پایا ہوا، دین اور دولت کے آفتاب کی آنکھ اُس کی حُسن سیرت اور خصلت سے روشن ہو، اور خدا کی نگہبانی، اور بادشاہی عنایت دونوں، دبدبہ کے قد اور پاکدامنی کے قد پر جوشن ہوجیو، اور صاحب انعام کے ولی، بادشاہ بزرگ، عالم، مُنصف، مدد یافتہ، ظفر یافتہ، نصرت یافتہ، دین اور دولت کے فخر، اِسلام اور مُسلمانوں کی قیمت، پہاڑوں کے بادشاہ کا دل دونوں کی زندگی سے نہ ایک مُدت بلکہ ہمیشہ خوش رہے۔ فقط

۱۰ نومبر ۱۹۲۵ء

ہیچمدان بشیر

نوٹ! اتفاق کی خوبی دیکھئے کہ جس طرح چہار مقالہ چار مقالہ جات ہیں۔ اسی طرح اُس کے مترجم بھی چار ہیں منجملہ اور صاحبان کے مقالہ چہارم کا مترجم فقیر ہے۔ ہیچمدان بشیر